THE
SENATE OF PAKISTAN
DEBATES

OFFICIAL REPORT

Monday, the November 20, 2023
(333rd Session)
Volume X, No.09
(Nos.01-12)

Printed and Published by the Senate Secretariat, Islamabad

Volume X	SP.X (09)/2023
No.09	15

1. Recitation from the Holy Quran 1

2. Leave of Absence 2

3. Introduction of the State-Owned Enterprises (Governance and Operations) (Amendment) Bill, 2023 6

4. Introduction of the Criminal Laws (Amendment) Bill, 2023 (Substitution of section 289 of PPC and subsequent amendment in Schedule II of Cr. PC) 7

5. Introduction of The Smart Institute of Sciences and Technology (Amendment) Bill, 2023 8

6. Introduction of the Right to Access to Information (Amendment) Bill, 2023 9

7. Point of order raised by Senator Mian Raza Rabbani regarding passage of resolution in the House 10

   - Senator Mushtaq Ahmed 12
   - Senator Dilawar Khan 13
   - Senator Muhammad Tahir Bizinjo 15
   - Senator Mian Raza Rabbani 15
   - Senator Syed Ali Zafar 16
   - Senator Manzoor Ahmed 20
   - Senator Kamran Murtaza 22
   - Senator Muhammad Humayun Mohmand 24

8. Resolution moved by Senator Sana Jamali commemorating the international literacy day 27

9. Motion under Rule 218 moved by Senator Mohsin Aziz regarding the elimination of the currency note of Rs.5000 29

   - Senator Walid Iqbal 32
   - Mr. Murtaza Solangi, Caretaker Federal Minister for Parliamentary Affairs 32

10. Motion under Rule 218 moved by Senator Mushtaq Ahmed regarding the unprecedented and continuous increase in gas and electricity tariffs 34

   - Senator Mohsin Aziz 40
   - Senator Zeeshan Khan Zada 41
   - Senator Waleed Iqbal 43
   - Mr. Muhammmad Ali, Caretaker Federal Minister for Energy 43

11. Point of Public Importance raised by Senator Manzoor Ahmed regarding issue of repatriation of Afghan refugees at Chaman, Balochistan 47

12. Point of Public Importance raised by Senator Fida Muhammad regarding the extension in exemption of sales tax in erstwhile FATA and PATA 50

13. Point of Public Importance raised by Senator Bahramand Khan Tangi regarding ban on new gas connections in the country..53

14. Point of Public Importance raised by Senator Prof. Dr. Mehr Taj Roghani regarding the alarming numbers of Maternal and Neonatal Mortality Rates in the country 56

15. Point of Public Importance raised by Senator Umer Farooq regarding the situation at Chaman Border against the new Passport/ Visa Policy and issues faced by the locals thereof..57

16. Point of Public Importance raised by Senator Danesh Kumar regarding the problems faced by the people travelling to Karachi via Hub at various check-posts59

17. Point of Public Importance raised by Senator Sardar Muhammad Shafiq Tareen regarding the sit in staged at Chaman Border against the new passport/visa policy61

- Senator Kamran Murtaza 61
- Senator Muhammad Tahir Bizinjo 64
- Senator Naseebullah Bazai 64

18. Point of Public Importance raised by Senator Naseebullah Bazai regarding missing of record of recruitment/appointment in Workers Welfare Board 65

19. Point of Public Importance raised by Hidayatullah Khan regarding imposition of levies on the areas of erstwhile FATA..67

20. Point of Public Importance raised by Senator Fawzia Arshad regarding the news about non-issuance of funds to 05 hospitals of Islamabad by the Ministry...........68

21. Point of Public Importance raised by Senator Dr. Zarqa Suharwardy Taimur regarding the current political situation in the Country...69

22. Point of Public Importance raised by Senator Seemee Ezdi regarding increasing smog in various cities of Punjab...72

23. Response by Senator Sarfraz Ahmed Bugti, Caretaker Federal Minister for Interior on the points raised by members regarding the sit-in staged at Chaman Border . 73

24. Point of Public Importance raised by Senator Khalida Sikandar Mandhro regarding closure of Indus Hospital in Badin, Sindh...76

25. Point of Public Importance raised by Senator Waqar Mehdi regarding massive hike in drugs/medicine prices in Karachi and lack of regulation by Drug Regulatory Authority of Pakistan 78

26. Point of Public Importance raised by Senator Mushtaq Ahmed regarding imposition of new taxes in Malakand Division and erstwhile FATA and their revocation for the Period 2023-2033 in light of a unanimous Resolution of the Senate...79

27. Clarification made by Mr. Murtaza Solangi, Caretaker Federal Minister for Parliamentary Affairs regarding intactness of status of Leader of the House, Leader of the Opposition and Chief Whip in the Senate in wake of dissolution of the National Assembly 80

SENATE OF PAKISTAN
SENATE DEBATES

Monday, the November 20, 2023

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad at three in the evening with Mr. Chairman (Muhammad Sadiq Sanjrani) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

أُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ۚ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۙ﴿٣٩﴾ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا
مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ
لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۗ وَلَيَنْصُرَنَّ
اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿٤٠﴾

ترجمہ: جن لوگوں سے جنگ کی جارہی ہے، انہیں اجازت دی جاتی ہے (کہ وہ اپنے دفاع میں لڑیں) کیوں کہ ان پر ظلم کیا گیا ہے، اور یقین رکھو کہ اللہ ان کو فتح دلانے پر پوری طرح قادر ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں صرف اتنی بات پر اپنے گھروں سے ناحق نکالا گیا ہے کہ انہوں نے یہ کہا تھا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے۔ اور اگر اللہ لوگوں کے ایک گروہ (کے شر) کو دوسرے کے ذریعے دفع نہ کرتا رہتا تو خانقاہیں اور کلیسا اور عبادت گاہیں اور مسجدیں جن میں اللہ کا کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے، سب مسمار کردی جاتیں۔ اور اللہ ضرور ان لوگوں کی مدد کرے گا جو اس (کے دین) کی مدد کریں گے۔ بلاشبہ اللہ بڑی قوت والا، بڑے اقتدار والا ہے۔

(سورۃ الحج، آیت نمبر38تا40)

جناب چیئرمین: جزاک اللہ، السلام علیکم۔ Leave application

(مداخلت)

جناب چیئرمین: پہلے کام تو کرنے دیں، پھر ان شاء اللہ ہم اور آپ ادھر ہیں، باتیں ہوں گی، مذاکرات ہوں گے، سارے ایسے lights on کرکے بیٹھ گئے ہیں، پہلے ایوان کا business لیں، رضا صاحب جب چیئرمین سینیٹ تھے انہوں نے کہا تھا کہ کوئی اس طرح کا کام نہیں ہوگا پہلے business چلے گا، تو آج پہلے business چلے گا۔ Leave Applications

Leave of Absence

جناب چیئرمین: سینیٹر مصدق مسعود ملک صاحب بعض نجی مصروفیات کی بنا پر مؤرخہ 10 نومبر کو اجلاس میں شرکت نہیں کرسکے تھے۔ اس لئے انہوں نے اس تاریخ کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: سینیٹر سیف اللہ ابڑو صاحب بعض نجی مصروفیات کی بنا پر گزشتہ 332 ویں اجلاس کے دوران مؤرخہ 31 اکتوبر، یکم نومبر اور حالیہ اجلاس کے دوران مؤرخہ 02 تا 10 نومبر اجلاس میں شرکت نہیں کرسکے تھے۔ اس لئے انہوں نے ان تاریخوں کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: سینیٹر اعظم نذیر تارڑ صاحب بعض نجی مصروفیات کی بنا پر مؤرخہ 13 اور 14 نومبر کو اجلاس میں شرکت نہیں کرسکے تھے۔ اس لئے انہوں نے ان تاریخوں کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: سینیٹر ثانیہ نشتر صاحبہ نے بعض نجی مصروفیات کی بنا پر مؤرخہ 10,13,20,21 اور 24 نومبر کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: سینیٹر وقار مہدی صاحب بعض نجی مصروفیات کی بنا پر مؤرخہ 13 نومبر کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے۔ اس لئے انہوں نے اس تاریخ کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: سینیٹر مولا بخش چانڈیو صاحب نے بعض نجی مصروفیات کی بنا پر مؤرخہ 13 تا 17 نومبر ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: سینیٹر خالدہ سکندر میندرو صاحبہ بعض نجی مصروفیات کی بنا پر مؤرخہ 02 تا 10 نومبر اجلاس میں شرکت نہیں کر سکی تھیں۔ اس لئے انہوں نے ان تاریخوں کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: سینیٹر منظور احمد کاکڑ صاحب مؤرخہ 06 تا 10 اور 14 نومبر کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے۔ اس لئے انہوں نے ان تاریخوں کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: سینیٹر تاج حیدر صاحب بعض نجی مصروفیات کی بنا پر مؤرخہ 10 نومبر کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے۔ اس لئے انہوں نے اس تاریخ کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: سینیٹر ہدایت اللہ صاحب نے بعض نجی مصروفیات کی بنا پر حالیہ مکمل اجلاس کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری صاحب بعض نجی مصروفیات کی بنا پر مؤرخہ 10اور 14نومبر کو اجلاس میں شرکت نہیں کرسکے تھے۔ اس لئے انہوں نے ان تاریخوں کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: سینیٹر مولانا فیض محمد صاحب بعض نجی مصروفیات کی بنا پر مؤرخہ 24نومبر کو اجلاس میں شرکت نہیں کرسکے تھے۔ اس لئے انہوں نے اس تاریخ کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیارخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: سینیٹر محمد اعظم خان سواتی صاحب بعض نجی مصروفیات کی بنا پر گزشتہ 331ویں اجلاس کے دوران مؤرخہ 02تا09 اگست اور 332ویں مکمل اجلاس میں شرکت نہیں کرسکے تھے۔ اس لئے انہوں نے ان تاریخوں کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: سینیٹر پلوشہ محمد زئی خان صاحبہ بیرون ملک ہونے کی بنا پر مؤرخہ 10 تا 14نومبر اجلاس میں شرکت نہیں کرسکی تھیں۔ اس لئے انہوں نے ان تاریخوں کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیارخصت منظور ہے

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: سینیٹر فوزیہ ارشد صاحبہ بعض نجی مصروفیات کی بنا پر مؤرخہ 10اور 14نومبر کو اجلاس میں شرکت نہیں کرسکی تھیں۔ اس لئے انہوں نے ان تاریخوں کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیارخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: سینیٹر میاں رضاربانی صاحب بعض نجی مصروفیات کی بنا پر مؤرخہ 17نومبر کو اجلاس میں شرکت نہیں کرسکے تھے۔ اس لئے انہوں نے اس تاریخ کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیارخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: سینیٹر بہرہ مند خان تنگی صاحب بعض نجی مصروفیات کی بنا پر مؤرخہ 02,03,13 اور 14 نومبر کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے، اس لئے انہوں نے ان تاریخوں کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا درخواست منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: سینیٹر کیشو بائی صاحبہ بعض نجی مصروفیات کی بنا پر مؤرخہ 13 اور 14 نومبر کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکی تھیں۔ اس لئے انہوں نے ان تاریخوں کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: سینیٹر مشاہد حسین سید صاحب بیرون ملک ہونے کی بنا پر آج مؤرخہ 20 نومبر کو ایوان میں حاضر نہیں ہو سکیں گے، اس لئے انہوں نے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: سینیٹر جام مہتاب حسین ڈھر صاحب نے بعض نجی مصروفیات کی بنا پر مؤرخہ 20,21 اور 24 نومبر کو ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: سینیٹر میاں رضا ربانی صاحب میں آپ کو موقع دیتا ہوں۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ مجھے bill لینے دیں۔ اُس کے بعد میں موقع دیتا ہوں motion سے پہلے جس نے بات کرنی ہے کر لے۔ رضا صاحب، پانچ منٹ بھی نہیں لگیں گے۔ ہاں Private Members کے بل ہیں، صرف introduce ہونے ہیں۔ آپ بھی تشریف رکھیں، مشتاق صاحب۔ سینیٹر میاں رضا ربانی صاحب دو منٹ کا کام ہے۔ جتنی دیر آپ نے بات کرنے میں لگائی ہے میں ابھی تک بل لے بھی چکا ہوتا۔

We now take up Order No. 2 which stands in the name of Senator Bahramand Khan Tangi. He may please move it.

Introduction of the State-Owned Enterprises (Governance and Operations) (Amendment) Bill, 2023

Senator Bahramand Khan Tangi: I, Senator Bahramand Khan Tangi, do hereby move for leave to introduce a bill further to amend the State-Owned Enterprises (Governance and Operations) Act, 2023 {The State-Owned Enterprises (Governance and Operations) (Amendment) Bill, 2023}.

Mr. Chairman: Honorable Minister Sahib! Is it opposed?

جناب مرتضٰی سولنگی (نگران وفاقی وزیر برائے پارلیمانی امور): جی ٹھیک ہے۔ کمیٹی کو بجھوا دیں۔

Mr. Chairman: I now put the motion before the House.

(The motion was carried)

Mr. Chairman: The leave to introduce the Bill is granted. Order No.3 stands in the name of Senator Bahramand Khan Tangi. He may please move it.

Senator Bahramand Khan Tangi: I do hereby move to introduce a bill further to amend the State-Owned Enterprises (Governance and Operations) Act, 2023 {The State-Owned Enterprises (Governance and Operations) (Amendment) Bill, 2023}.

Mr. Chairman: The Bill as introduced stands referred to the Standing Committee concerned. We may now take up Order No.4 which stands in the name of Senator Samina Mumtaz Zehri. She is not present. Order No.6 stands in the name of Senator Fawzia Arshad. She may please move it.

Introduction of the Criminal Laws (Amendment) Bill, 2023 (Substitution of section 289 of PPC and subsequent amendment in Schedule II of Cr. PC)

Senator Fawzia Arshad: Mr.Chairman! Thank you. I do hereby move for leave to introduce the Bill further to amend the Pakistan Penal Code, 1860 and the Code of Criminal Procedure, 1898 {The Criminal Laws (Amendment) Bill, 2023}. (Substitution of section 289 of PPC and subsequent amendment in Schedule II of Cr. PC).

Mr. Chairman: Honourable Minister Sahib! Is it opposed?

جناب مرتضیٰ سولنگی: جی ٹھیک ہے۔ کمیٹی کو بجھوا دیں۔

Mr. Chairman: I now put the motion before the House.

(The motion was carried)

Mr. Chairman: The leave to introduce the Bill is granted. Order No.7 stands in the name of Senator Fawzia Arshad. She may please move it.

Senator Fawzia Arshad: I, Senator Fawzia Arshad, do hereby move to introduce the Bill further to amend the Pakistan Penal Code, 1860 and the Code of Criminal Procedure, 1898 {The Criminal Laws (Amendment) Bill, 2023}.

Mr. Chairman: The Bill as introduced stands referred to the Standing Committee concerned. We may now take up Order No.8 which stands in the names of Senators Dilawar Khan and Naseebullah Bazai. Senator Dilawar Khan please move it.

Introduction of The Smart Institute of Sciences and Technology (Amendment) Bill, 2023

Senator Dilawar Khan: I Senator Dilawar Khan on behalf of Senator Naseebullah Bazai do hereby move for leave to introduce the Bill further to amend the Smart Institute of Sciences and Technology Act, 2022 {The Smart Institute of Sciences and Technology (Amendment) Bill, 2023}.

Mr. Chairman: Honorable Minister sahib! Is it opposed?

جناب مرتضٰی سولنگی: جی ٹھیک ہے۔ کمیٹی کو بھجوادیں۔

Mr. Chairman: I now put the motion before the House.

(The motion was carried)

Mr. Chairman: The leave to introduce the Bill is granted. Order No.9 stands in the names of Senator Dilawar Khan and Senator Naseebullah Bazai. Senator Dilawar Khan please move it.

Senator Dilawar Khan: I Senator Dilawar Khan on behalf of Senator Naseebullah Bazai do hereby move to introduce the bill further to amend the Smart Institute of Sciences and Technology Act, 2022 {The Smart Institute of Sciences and Technology (Amendment) Bill, 2023}.

Mr. Chairman: The Bill as introduced stands referred to the Standing Committee concerned. We may take up Order No.10 which stands in the name of Senator Samina Mumtaz Zehri. She is not present, deferred. Order No. 12 stands in the name of Senator Zarqa Suharwardy Taimur. She may please move Order No. 12.

Introduction of the Right to Access to Information (Amendment) Bill, 2023

سینیٹر ڈاکٹر زرقا سہروردی تیمور: جناب چیئرمین! آپ کا بہت شکریہ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میں سینیٹر زرقا سہروردی تیمور تحریک پیش کرتی ہوں کہ معلومات تک رسائی کا ایکٹ 2017 میں مزید ترمیم کا بل معلومات تک رسائی کا حق (ترمیمی) بل، ۲۰۲۳ پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب چیئرمین: جناب وفاقی وزیر برائے پارلیمانی امور۔ آپ اس بل کی مخالف کر رہے ہیں یا اس بل کے حق میں ہیں؟

جناب مرتضٰی سولنگی: جی ہماری منسٹری اس بل کی مخالفت کرتی ہے اور بل کو oppose کر رہے ہیں۔

جناب چیئرمین: اس کی کیا وجوہات ہیں؟

جناب مرتضٰی سولنگی: ہماری وجوہات یہ ہیں کہ ایک تو کمیشن نے خود بھی اس بارے میں اپنی recommendation دی ہے کہ اس کی implementation in progress ہے اور ہم اس کو خود سے review کر رہے ہیں اور اگر اس میں کوئی ترامیم کی ضرورت ہوئی تو ہم ایکٹ کے اندر ترامیم منسٹری کی جانب سے تجویز کریں گے۔ ہماری منسٹری کا opinion یہ ہے کہ آئین کے original Article میں جو ہے اس کو کسی act کے اندر amendment کے تحت bypass نہیں کیا جا سکتا۔ ہم اس کے باوجود recommend کرتے ہیں کہ اس بل کو کمیٹی میں بھجوا دیں اور اس کے بعد ایوان میں لیا جائے۔

جناب چیئرمین: وہ کہتے ہیں کہ Committee میں discuss کریں۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: دیکھیں، Committee میں یہی چیزیں تو دیکھی جائیں گی۔ وہاں پر Law سے بھی لوگوں کو بلا لیں گے۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: چلیں پیر صاحب! آج جانے دیں۔

I now put the motion before the House

(The motion was carried)

Mr. Chairman: The motion is carried and the leave to introduce the bill is granted. For order No: 13, Dr. Zarqa Please.

سینیٹر ڈاکٹر زرقا سہروردی تیمور: میں، سینیٹر ڈاکٹر زرقا سہروردی تیمور، معلومات تک رسائی کا حق ایکٹ، ۲۰۱۷ میں مزید ترمیم کا بل [معلومات تک رسائی کا حق (ترمیمی) بل، ۲۰۲۳] پیش کرتی ہوں۔

جناب چیئرمین: بل متعلقہ کمیٹی کے حوالے کیا جاتا ہے۔ Order No.14, سینیٹر ثمینہ ممتاز زہری صاحبہ۔ تشریف نہیں لائی ہیں۔ Order No. 15, 16 and 17 سینیٹر ثمینہ ممتاز زہری صاحبہ تشریف نہیں لائی ہیں۔

Honourable senator Rana Mahmood ul Hassan صاحب۔ یہ تو withdrawal والی ہیں۔ نہیں، یہ تو defer ہو رہا ہے نا جی۔ نہیں ہیں جی۔ Order No. Raza Rabbani.

<u>Point of order raised by Senator Mian Raza Rabbani regarding passage of resolution in the House</u>

سینیٹر میاں رضا ربانی: شکریہ جناب والا۔

جناب چیئرمین: رضا صاحب آپ نے کہا تھا کہ سیکنڈ کی بات ہے۔ یاد ہے۔

سینیٹر میاں رضا ربانی: جناب وہ اس وقت سیکنڈ کی تھی، ابھی تھوڑا سا زیادہ ہوگا۔ چیئرمین صاحب! میں آپ کا شکر گزار ہوں۔ چیئرمین صاحب! پچھلے Monday کو ایک resolution جو یہ private members نے پیش کی تھی، اس resolution کا تعلق Military Courts کے بارے میں تھا، جس میں Supreme Court کے decision کو رد کیا۔ وہ resolution اس House کی اکثریت کی عکاسی نہیں کرتی۔

چیئرمین صاحب! پہلی بات یہ ہے کہ وہ resolution آخری لمحات میں لائی گئی اور وہ resolution Orders of the Day پر بھی موجود نہیں تھی۔ اور اس کے ساتھ ساتھ، گو کہ فاضل ممبر نے permission مانگی اور permission دی گئی، لیکن House میں اس وقت کورم بھی پورا نہیں تھا۔

چیئرمین صاحب! بلھے شاہ نے یہ کہا ہے کہ انسان کو اپنی خودی کو ختم کرنا چاہیے۔ لہٰذا میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ equally apply کرتا ہے پاکستان کی اشرافیہ پر کہ ایک فیصلہ Military Courts کے خلاف آیا اور میرے مطابق وہ فیصلہ آئین کی روح کے مطابق تھا۔ لہٰذا ان کو چاہئے تھا کہ اس فیصلے کو من و عن تسلیم کرتے۔ یا اگر اس کو وہ تسلیم نہیں کرنا چاہتے اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ فیصلہ آئین کے مترادف ہے، تو پھر ان کے لیے قانون میں راستے موجود ہیں۔ وہ راستہ انہوں نے اب اختیار کیا ہے۔ لیکن اس طرح پارلیمان کے اندر ایک چیز کو bulldoze کرنا، جس کی majority نہیں ہے، میں سمجھتا ہوں کہ مناسب نہیں ہے۔ اس سے پارلیمان کی بے توقیری ہوئی۔ پارلیمان کو redundant دکھایا گیا۔ اور اس House کی جو روایت رہی ہے چیئرمین صاحب، اس House نے ضیاء کے martial law کے خلاف Stalingrad کا کردار ادا کیا ہے۔ اور اپنی اس تاریخ سے یہ House پیچھے نہیں ہٹ سکتا۔

جو یہ resolution pass ہوئی ہے، اس کو مکمل طور پر condemn کرتے ہیں as it does not reflect the sentiments of majority of this House. On the behalf of honourable senator Mushtaq who has already moved a resolution against military courts, I would like to support his resolution and request him through you کہ وہ آج اجازت لیں اور اجازت لینے کے بعد resolution کو move کریں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: یہ matter اب ویسے بھی sub judice ہو گیا ہے۔ رضا صاحب نے خود بتا دیا ہے۔ اب اس کو چھوڑ دیں جی۔ اب آگے بات کرتے ہیں۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: دیتا ہوں رضا صاحب، تشریف رکھیں۔ آپ کی بات ہو گئی ہے رضا صاحب، اب تشریف رکھیں۔...Order No

(مداخلت)

جناب چیئرمین: میں آپ کو بھی موقع دوں گا۔ دو منٹ دوں گا۔ جی مشتاق صاحب۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: رضا صاحب mic بند کریں please جی ایک دفعہ مشتاق صاحب آئیں تو پھر آپ کو دیتا ہوں۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: جی مشتاق صاحب۔

Senator Mushtaq Ahmed

سینیٹر مشتاق احمد: چیئرمین صاحب میں آپ کا مشکور ہوں۔ اس دن جب یہ resolution پیش ہوئی، میں نے اور رضا ربانی صاحب نے کھل کر اس کی مخالفت کی۔ ہم نے اس دن بھی آپ سے درخواست کی کہ ہمیں اس پر بولنے کا موقع دیا جائے لیکن ہم دونوں کو بولنے کا موقع نہیں دیا گیا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ایک جمہوری ایوان ہے اور اس دستور کے تحت وجود میں آیا ہے۔

(اس موقع پر سینیٹر مشتاق احمد نے اپنی نشست پر کھڑے ہو کر اپنے ہاتھ سے ایک سبز رنگ کی کتاب ایوان کو دکھائی)

سینیٹر مشتاق احمد: پاکستان کے چاروں صوبے ہیں جو federating units ہیں۔ وہ ان کے عوام کی، احساسات کی، جذبات کی اور حقوق کی ترجمانی کرتے ہیں۔ جو اس دن resolution آئی، وہ orders of the day پر بھی نہیں تھی۔ Leader of the house and opposition بھی موجود نہیں تھے اس لیے ان کی اجازت بھی نہیں لی گئی اور ہمیں دکھایا بھی نہیں گیا۔ اس resolution کو اس House کے کسی ممبر کے ساتھ share نہیں کیا گیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ resolution اس House پر ڈرون حملہ ہے۔ اس سے اس House کی بے توقیری ہوئی ہے۔ یہ جمہوریت پر وار ہے۔ انسانی آزادی اور media کی آزادی پر حملہ ہے۔ اس سے غیر جمہوری قوتیں مضبوط ہوں گی۔ اس کے ذریعے سے عدلیہ کو دبانے اور دھمکانے کی کوشش کی گئی ہے۔ میں اس کو condemn کرتا ہوں اور مُسترد کرتا ہوں۔

چیئرمین صاحب! میں نے اس کے خلاف اسی دن ایک resolution جمع کروائی ہے۔ میں صرف اس کا ایک paragraph آپ کو پڑھ کر سناتا ہوں اور اپنی بات۔۔۔

جناب چیئرمین: مشتاق صاحب، آپ resolution نہیں پڑھ سکتے۔

سینیٹر مشتاق احمد: جی میں resolution نہیں پڑھتا، میں اپنے احساسات آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔ یہ جو 556 نمبر کی resolution اس دن پیش ہوئی، جس میں Supreme court کو کہا گیا ہے کہ وہ اپنے فیصلے پر دوبارہ غور کرے۔ جس میں Supreme court نے civilian کا مقدمہ فوجی عدالت میں چلانے اور دوسری طرف Army Act 1952 کی section 1 and 2 کو strike down کیا تھا، اس بارے میں کہ اس کو review کیا جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ Supreme Court کا فیصلہ تاریخی ہے اور Supreme Court کا فیصلہ آئین کی پاسداری اور پاسبانی ہے اور یہ فیصلہ عوام کی سماجی، معاشی اور سیاسی حقوق کی نگرانی کے لیے ہے۔ ہم Supreme Court کے فیصلے کی مکمل تائید کرتے ہیں اور اس کو مکمل support کرتے ہیں۔ اس فیصلے کو یہ House مکمل طور پر تسلیم کرتا ہے۔

جناب چیئرمین: آپ House کی نہیں اپنی بات کریں۔ مشتاق صاحب، ختم کریں۔

سینیٹر مشتاق احمد: جی میں ختم کر رہا ہوں۔ میں اس House سے کہتا ہوں اور اپیل کرتا ہوں کہ اس دن جو resolution No. 556 پیش ہوئی ہے، ہم سب اس کو مُسترد کرتے ہیں۔ آپ سب ہاتھ اٹھائیں۔

جناب چیئرمین: جی جی، بالکل ٹھیک ہے جی، شکریہ۔ معزز سینیٹر دلاور خان صاحب۔

Senator Dilawar Khan

سینیٹر دلاور خان: اعوذ باالله من الشیطٰن الرجیم۔ بسم الله الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! اگر یہ ایوان اور یہ ملک جمہوری ملک ہیں تو اس روز جب میں resolution پیش کر رہا تھا اور اگر کورم پورا نہیں تھا تو رضا صاحب سوئے ہوئے تھے، وہ quorum point out کرتے اور اجلاس ختم ہو جاتا۔ جناب چیئرمین، ملٹری کورٹ کی اس قرارداد کو انہی رضا ربانی صاحب نے اس ایوان میں support نہیں کیا، انہوں نے اس کے حق میں ووٹ نہیں دیا۔ میں ایک شعر پڑھتا ہوں:

دورنگی چھوڑ دو، یک رنگ ہو جا

سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا

اس روز تو یہ قرارداد یا بل ٹھیک تھاجب رضا صاحب اسے ووٹ دے رہے تھے اور جب میں قرارداد لے آیا تو وہ غلط ہو گئی۔ میرے خیال میں یہ ایوان یا صرف مشتاق صاحب چلائیں گے یا صرف رضا ربانی صاحب چلائیں گے، اس سینیٹ کے ایوان میں ہمارا کوئی حق نہیں ہے۔ مشتاق صاحب مجھے بتائیں کہ افغان جنگ میں یہ کہاں تھے؟ افغان جنگ میں تمام nationalist پختون کہہ رہے تھے کہ یہ پاکستانیوں کا، جہاد کا یا اسلام کا جھگڑا نہیں ہے یہ امریکیوں کا جھگڑا ہے اور مشتاق صاحب کہہ رہے تھے کہ یہ ہماری جنگ اور ہمارا جہاد ہے۔ اس وقت پورے خیبر پختونخوا کی حکومت یہ چلا رہے تھے۔ اس وقت یہ رنگ کہاں تھے، اس وقت کیوں امریکیوں کی جھولی میں پڑے تھے، اس وقت بھی سوچتے کہ پاکستان کے خلاف یہ افغان جنگ کیوں لڑی جا رہی ہے۔ ہدایت اللہ صاحب اور طاہر بزنجو صاحب یہ رونا رو رہے تھے کہ یہ پاکستان کا جھگڑا نہیں تھا، پوری خیبر پختونخوا کی حکومت ان کی جماعت چلا رہی تھی۔

جناب چیئرمین! میری آپ سے یہ گزارش ہے کہ رضا ربانی صاحب کا اس ایوان میں وہ رونا آپ نے نہیں دیکھا۔ مجھ پر میرے دونوں بھائیوں کا اس بات کا قرضہ تھا، جب میں وہ resolution پڑھ رہا تھا تو یہاں سے مجھ پر آوازیں کس رہے تھے کہ یہ فلاں جگہ سے آیا، یہ military English تھی، ایک لینگر ہے جس کی لکڑی جیسی شکل ہے، وہ کہہ رہا تھا کہ دلاور خان کی انگریزی کمزور ہے۔ بھائی تم انگریز کی اولاد ہو گے، ہم پختون ہیں تو ہماری یہی انگریزی ہو گی۔ وہ کمزور ہو گی یا ٹوٹی پھوٹی ہو گی لیکن یہی ہو گی۔ ہم پختون ہیں اور پختونوں کی اردو اور انگریزی ایسی ہی ہوتی ہے۔

جناب چیئرمین! میں آپ سے گزارش کر رہا ہوں کہ اگر اس وقت کورم پورا نہیں تھا، majority نے یہ resolution pass کی ہے اور اگر وہ قرارداد غلط تھی پھر خیبر پختونخوا کی حکومت، بلوچستان کی حکومت، سندھ کی حکومت، پنجاب کی حکومت اور وفاقی حکومت اس resolution کی تائید میں عدالت کیوں گئے ہیں؟ جو قرارداد یا بل رضا ربانی یا مشتاق صاحب پیش کریں گے تو وہ پورے ایوان اور پورے پاکستان کا فیصلہ ہو گا۔ دوسرا کوئی رکن اگر کوئی بل یا قرارداد لے آئے، یہ اٹھیں اور کہیں کہ یہ ہمیں منظور نہیں ہے۔۔۔

جناب چیئرمین: رضا صاحب میں انہیں موقع دے دوں پھر آپ کو موقع دیتا ہوں۔ جی طاہر بزنجو صاحب۔

Senator Muhammad Tahir Bizinjo

سینیٹر محمد طاہر بزنجو: جناب چیئرمین! میرے خیال میں ہر وہ قرارداد چاہے وہ کسی بھی نوعیت کی کیوں نہ ہو اگر وہ ایجنڈے کا حصہ نہیں ہے جس کے بارے میں قائد ایوان اور قائد حزب اختلاف سے مشاورت نہیں کی گئی ہو، جس کے بارے میں مختلف جماعتوں سے تعلق رکھنے والے پارلیمانی لیڈران سے مشاورت نہیں کی گئی ہو تو جناب آپ اسے پیش کرنے کی اجازت نہیں دیں گے۔

جناب چیئرمین! جہاں تک سپریم کورٹ کی rulingکا تعلق ہے کہ civilians trial ملٹری کورٹس میں نہیں ہو سکتے تو ہماری رائے میں سپریم کورٹ کا یہ فیصلہ اور ruling آئین کی اصل روح کے عین مطابق ہے۔ اگر 10-09 مئی کے واقعات میں ملوث کوئی مجرم ثابت ہوتا ہے تو کیاCivilian Courtانہیں سزا نہیں دے گی۔ یقیناًCivilian Court بھی انہیں سزا دے گی۔ اگرCivilian Courtانہیں سزا دے گی تو اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔ اگر Civilian Court civiliansکے مقدمات نہیں چلا سکتی ہے تو پھر اسے تالا لگا دیں، ان کی کیا ضرورت ہے۔ ہماری گزارش یہ ہے کہ وہ قرارداد جس میں یقیناً ایوان کی بہت بڑی اکثریت موجود نہیں تھی اور چند اراکین حاضر تھے جو زیادہ اکثریت کے اراکین کے جذبات کی ترجمانی نہیں کرتے، ہمارا یہ کہنا ہے۔

جناب چیئرمین: بہت شکریہ۔ جی رضا ربانی صاحب۔

Senator Mian Raza Rabbani

سینیٹر میاں رضا ربانی: شکریہ، جناب چیئرمین! تین باتیں ہیں جس پر مجھے name کیا گیا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ کہا گیا کہ میں نے بل کو ووٹ کیا اور اس وقت درست تھا اور اب resolution کی مخالفت کر رہا ہوں۔ جہاں تک بل کا تعلق ہے جناب چیئرمین، میں نے اس وقت بھی بھرے دل کے ساتھ یہ بات کہی تھی کہ میں پارٹی کے disciplineکا پابند ہوں، للذا اس لیے ووٹ دے رہا ہوں۔ دوسرا جو وہ بل تھا اس کا تعلق ایک parallel Military Court Systemکھڑا کرنے کا تھا ان لوگوں کے لیے جو دہشت گرد تھے اور جو اس وقت خیبر پختونخوا میں جو insurgency ہو رہی تھی ان کو پکڑا گیا تھا اور انہیں عرصہ دراز سے مختلف کیمپوں میں رکھا ہوا تھا للذا ایکlegitimate cover دینے کی بات ہو رہی تھی۔ میں اپنے اس اقدام کا کہ میں نے

اس آئینی ترمیم کو ووٹ دیا، میں اس وقت بھی شرمندہ تھا اور میں آج بھی یہ کہتا ہوں کہ that I am ashamed of myself for having committed that act.

دوسری بات یہ جناب چیئرمین! جہاں تک اس resolution کا تعلق ہے، یہ resolution یہ کہتی ہے اور justify کرتی ہے کہ پاکستان کے رہنے والے باشندے، Pakistani citizens پاکستان کے لوگ جن کے آئین کے تحت حقوق ہیں انہیں ملٹری کورٹس میں trial کرنے کی اجازت ہو۔ یہ آئین کی روح کے بھی خلاف ہے لہٰذا میں نے اس کی مخالفت کی اور مخالفت کرتا ہوں اور مخالفت کرتا رہوں گا۔

جناب چیئرمین! آخر میں جو بات کہی گئی کہ رضا ربانی یا مشتاق صاحب نے جو بات کہیں وہ بات اس ایوان کی will ہے اور جو بات کوئی اور معزز سینیٹر کہے وہ نہیں ہے۔ یہ بات درست نہیں ہے جناب چیئرمین۔ The will of this House is reflected through its majority. اور اگر majority کی بات ہے تو let it be put to the vote, here and now, whether that Resolution stands the ground of the majority of this House.

جناب چیئرمین: جناب! دو منٹ صبر کریں۔ سینیٹر سید علی ظفر۔

Senator Syed Ali Zafar

سینیٹر سید علی ظفر: بہت شکریہ جناب چیئرمین! آئین کے Articles کے تحت ہر سینیٹر نے ایک oath لیا ہے اور oath میں پڑھنا چاہوں گا، جس میں ہم یہ کہتے ہیں:

I will preserve, protect and defend the Constitution of Islamic Republic of Pakistan.

جناب چیئرمین! آئین کا Article 5 بھی کچھ ایسے ہی کہتا ہے کہ loyalty to State and obedience to Constitution and the Law is the basic duty of every citizen اور حلف کی جو اہمیت ہے اس سے ہم بخوبی واقف ہیں۔ They are not empty words.

ہمارے آئین میں دو بہت اہم Articles ہیں اور میرا خیال ہے کہ پورا آئین ان دو Articles پر depend کرتا ہے۔ ایک ہے Article 4, یہ کیا کہتا ہے:

To enjoy the protection of law and to be treated in accordance with law is the inalienable right of every citizen, wherever he may be, and of the every other person for the time being within Pakistan. To be treated in accordance with law and its sub Article (2) says: No action detrimental to the life, liberty, body, reputation or property of any person shall be taken except in accordance with law.

Article 4 جس کو due process کہتے ہیں اس کے ساتھ Article 10(A)
بھی add کیا گیا ہے and let me congratulate the Legislators who
incorporated Article 10 (A). Article 10 (A) جو fair trial کی بات
کرتا ہے۔ جناب چیئرمین! ایسی زبان میری نظر میں کسی اور آئین میں استعمال نہیں ہوئی، اس کو ایک
بنیادی حق بنا دیا گیا ہے fair trail کو اور Article 10 (A) کیا کہتا ہے:

'For the determination of his civil rights and obligations or any criminal charge against him, a person shall be entitled to a fair trial and due process.'

Article 10 (A) کیوں آیا؟ وہ اس لیے آیا کیونکہ ہماری تاریخ میں بہت بار ایسا ہوا
specially against Politicians کہ ان کو انصاف کے تقاضے پورے کیے بغیر سزائیں
ہوتی رہیں تاکہ وہ elections میں حصہ نہ لے سکیں۔ اس کے لیے کہا گیا کہ Article 10 ہوگا،
جو بھی شخص ہوگا انصاف کے تقاضے پورے کرتے ہوئے اس کے خلاف اگر غلط مقدمے بنائے جائیں
گے تاکہ ایک fair trial کے ذریعے اپنے cases کا فیصلہ کرا سکے گا۔ یہ بنیادی حق ہے اور وہ ایسا حق
ہے جو کہ اگر آپ United Kingdom کے ساتھ compare کریں یا آپ USA کے ساتھ
compare کریں۔ United Kingdom میں تو written Constitution ہی
نہیں ہے لیکن وہاں بھی کہا گیا ہے کہ بنیادی حق fundamental right ہے۔ USA میں
due process ہے Article 10 (A) نہیں ہے لیکن پھر بھی کہا گیا ہے۔

جناب چیئرمین! ایسے Articles ہونے کے باوجود اس طرح کا Article جو کہ کہتا ہے
کسی بھی سیاست دان کو، کسی بھی Political Party کی leadership کو یہ آپ نہیں کہہ

سکتے کہ آپ اس کے خلاف ایک trial کریں اور وہ fair trial نہ ہو، وہ انصاف کے مطابق نہ ہو (A) Article 10 کے خلاف ہو۔ ہم سب Senators نے اس آئین کا oath لیا ہوا ہے، اس آئین کے تحت ہمارا فرض ہے کہ جہاں بھی ہم دیکھیں کسی قسم کے بنیادی حق کی خلاف ورزی ہو رہی ہے، اس کی نفی ہو رہی ہے۔ کسی بھی شخص چاہے وہ PTI کا لیڈر ہو، چاہے وہ عمران خان صاحب کیوں نہ ہوں، چاہے وہ ہماری workers کیوں نہ ہوں۔ اگر کسی کے خلاف بھی action لیا جا رہا ہے جو (A) Article 10 کے خلاف ہے تو ہمارا فرض ہے کہ ہم نہ صرف اس کی سخت سے سخت مذمت کریں بلکہ اس کے خلاف action لیں۔ یہ صرف سیاسی بات نہیں ہے یہ ہمارا فرض ہے، ہر سینیٹر کا فرض ہے کیونکہ وقت بدلتے دیر نہیں لگتی۔

The only thing which is constant is change.

ہم اگر آئین کو آج follow نہیں کریں گے، آئین کی رسی آج چھوڑیں گے اور ہم ایسی resolutions کی طرف جائیں گے جو کہ (A) Article 10 یا کسی بنیادی حق کی نفی ہو تو پھر ہم اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں۔ جناب چیئرمین! اس کو مجھے end کرنا ہے۔

جناب چیئرمین! Supreme Court نے ایک فیصلہ کیا، اس نے فیصلہ یہ کیا کہ جو ہم نے قانون pass کیا تھا جس کی ربانی صاحب اب مذمت کر رہے ہیں ادھر سے ہی pass ہوا تھا، ہم میں سے چند لوگ تھے جو اس کو oppose کر رہے تھے۔ جب وہ قانون pass ہوا تو Supreme Court نے کہا کہ یہ آئین کے خلاف ہے (A) fair trial Article 10 due process, Article 4 کی خلاف ورزی ہے۔ اس کے خلاف Federation نے کچھ cases file کیے ہیں، کچھ cases Provincial Assemblies نے بھی file کیے ہیں لیکن پھر مجھے پتہ چلا میں اس وقت کربلا میں تھا۔ میں ایک official visit پر گیا ہوا تھا مجھے پتہ چلا کہ ایک resolution pass ہوئی ہے اور میرے colleagues نے بتایا کہ جو resolution pass ہوئی ہے ,number one وہ agenda پر بھی نہیں تھی، number two اس وقت quorum بھی پورا نہیں تھا and number three اس پر کوئی debate بھی نہیں ہوئی لیکن وہ pass ہو گئی۔

جناب چیئرمین! میری نظر میں وہ resolution, میں ابھی explain کرتا ہوں کہ قانون کے خلاف کیوں ہے لیکن وہ صرف ان Senators 7-8 کی تھی، وہ Senate کی resolution نہیں تھی۔ وہ صرف ان Senators 7-8 کی تھی جنہوں نے اس کو پیش کر دیا۔ اس کا داغ کم از کم میں لینے کو تیار نہیں ہوں، میرے PTI کے colleagues لینے کو تیار نہیں، میرے جو باقی ساتھی سینیٹرز ہیں جنہوں نے اس کے خلاف بولا وہ اس resolution کا داغ لینے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ یہ آئین اور قانون کے کیوں خلاف ہے، number one جب کوئی pending matter ہو تب pending matters کے اوپر اس طرح کی resolutions pass نہیں کرنی چاہیے۔ اگر ہمیں debate کرنے کی اجازت ملتی تو ہم یہ point out کرتے، اس سے کیا نقصان ہوتا ہے؟ اس سے نقصان یہ ہوتا ہے کہ ایک طرح سے clash of Institutions کی possibility پیدا ہوئی ہے، ایک طرح سے ہم conduct of Judges جو کہ Article 68 منع کرتا ہے ہم اس کے بارے میں discussion کر رہے ہیں اور جو Separation of Powers کا اصول ہے اس کی خلاف ورزی ہو رہی ہے۔

اس کے علاوہ کہا جاتا ہے کہ جو Military trials ہوتے ہیں ان کو کہا جاتا ہے کہ وہ fair نہیں ہیں کیونکہ fair trial ہونے کے لیے آپ کو independent courts چاہیں، آپ کو due process چاہیے، آپ کو transparent process چاہیے، آپ کو open, public hearing چاہیے۔ جناب چیئرمین! اگر ہم نے resolution pass کرنی ہے تو ایسی resolution pass نہ کریں جو کہ بنیادی حقوق کے خلاف ہے۔ ہمیں resolution pass کرنی چاہیے جو ان judgments کی support میں ہو جو بنیادی حقوق کے حق میں ہیں۔ Supreme Court نے ایک case کا ابھی فیصلہ کیا جس میں کہا کہ elections جو ہیں ان کو February میں ہونا چاہیے اب وہ ایسا case ہے جو کہ لوگوں کے fundamental right, voting rights کو uphold کرتا ہے۔ ہم اس کی favor میں resolution کیوں نہیں pass کرتے؟

اس وقت PTI کے 109 detainees trial کے بغیر جیل میں ہیں، ہم ایسی resolution کیوں نہیں pass کرتے جو ان کے حق میں ہو۔ Election Commission of Pakistan کی duty ہے، obligation ہے، ایک ذمہ داری ہے آئین کے تحت کہ free and fair elections conduct کروائیں، level playing field پر۔ ہم ایسی resolution کیوں نہیں pass کرتے جو PTI کو کہے Election Commission کو direct کرے کہ PTI کو level playing field دی جائے۔ یہ resolutions ہیں جو سینیٹ کو pass کرنی چاہیں

not the other resolution.

جناب چیئرمین: Agenda لے لیتے ہیں۔ میں منسٹر صاحب کو دیتا ہوں۔ ڈاکٹر صاحب تشریف رکھیں آپ کے پارلیمانی لیڈر نے بھی بات کر لی ہے، میں آپ کو ضرور موقع دوں گا ابھی بیٹھ جائیں۔۔۔(جاری)

(مداخلت)

جناب چیئرمین: پارلیمانی لیڈر پھر کر لیں آپ بیٹھ جائیں آپ کو موقع دیتا ہوں۔ جی، منظور احمد کاکڑ صاحب۔

Senator Manzoor Ahmed

سینیٹر منظور احمد: جناب چیئرمین! Resolution کے حوالے سے میرے سینیئر ساتھیوں نے جو قانون پر عبور بھی رکھتے ہیں اور سیاست پر گہری نظر بھی رکھتے ہیں باتیں کی ہیں۔ جناب چیئرمین! ہم یہاں پر جمہوریت کی بات تو کرتے ہیں اور جمہوری اقدار کے بہت سے حوالے بھی دیتے ہیں۔ ہم کبھی بھی نہ جمہوریت اور نہ آئین کے خلاف ہیں البتہ ہم تمام ایسے اقدامات کے خلاف ہیں جو خدانخواستہ اس ملک کو نقصان دیں۔ جناب چیئرمین! چند ایسی چیزیں ہیں جن پر ہمیں غور کرنا چاہیے۔ اب یہاں پر یہ resolution آئی اور پاس ہوئی۔ اس دن کورم پوائنٹ آؤٹ نہیں ہوا۔ جناب چیئرمین! یہ پہلی resolution یا bill تو نہیں ہے۔ ہم اگر پچھلی حکومتوں کی طرف جائیں تو اس طرح کی بہت سی چیزیں ہمارے سامنے آئیں گی۔ جس طرح یہاں پر کہا گیا کہ عجلت میں وہ resolution پاس کی گئی ہے۔ وہ پرانی resolutions اس سے زیادہ عجلت میں پاس کی گئی تھیں۔ اب اگر ہم ان پر بات کریں۔ جناب چیئرمین! میں اسی طرح صرف ایک بل کا حوالہ دوں گا کہ

جو نیب والا بل تھا۔ پہلی حکومت نے نیب کے حوالے سے کون سا بل پاس کیا ہے۔ اس کے بعد جب PDM کی حکومت بنی تو انہوں نے نیب کے حوالے سے کون سی قانون سازی کی۔ جناب چیئر مین ! ان bills میں ان کے اپنے مفادات تھے۔ ان bills پر تو کسی نے یہاں پر بات نہیں کی۔ وہ بھی اہم bills تھے۔ اگر کسی کے خلاف کوئی کیس بنتا ہے تو پھر کرنے دیتے۔ اسی طرح اس قسم کے اور bills ہمارے سامنے آئے ہیں۔ الیکشن کمیشن کا جو ذکر کیا گیا۔ اس الیکشن کمیشن کے حوالے سے یہاں پر ایک bill پاس ہوا کہ یہ اختیار الیکشن کمیشن کے پاس ہے اور صدر صاحب کے پاس یہ اختیار نہیں ہے۔ تو کیا وہ آئین سے تصادم نہیں تھا؟ اس وقت آپ کو آئین یاد نہیں تھا؟ اس وقت آپ ہمیں اس طرح کے Articles بتا نہیں سکتے تھے کہ ہمیں قانون اور آئین یہ بتا رہا ہے۔ ہم نے مخالفت اس لیے نہیں کی کہ وہاں پر میرے مفادات وابستہ تھے۔ یہاں پر جو کورٹ کی بات چل رہی ہے۔ بالکل، آئین جو کہتا ہے وہ ہمیں follow کرنا چاہیے۔ آرمی کورٹ 1967 سے اس ملک میں رائج ہے۔ جناب چیئر مین ! یہ کوئی نئے کورٹس نہیں بننے جا رہے ہیں۔ اگر کوئی نیا کورٹ بن رہا ہے تو ہم کہہ دیتے کہ نیا کورٹ بنا رہے ہیں۔ میرے سینیئر ساتھی تشریف رکھتے ہیں وہ مجھے بتا دیں ATC court میں آج تک کسی دہشت گرد کو کوئی سزا ہوئی ہے؟ ان ججوں کو پتا بھی تھا کہ یہ دھماکے اور قتل کس نے کیے ہیں۔ وہ مانتے بھی تھے لیکن مجال ہے کہ کوئی جج ان کے خلاف فیصلہ دے سکے۔ جناب چیئر مین ! اس لیے وہ ان کے خلاف فیصلہ نہیں دے سکتا کہ ان کو اپنی فیملی عزیز ہے۔ اس کو اپنی جان بھی عزیز ہے۔ اس طرح کے کورٹس اگر ہم نہ بنائیں تو پھر انصاف کہاں سے ملے گا۔ جناب چیئر مین ! اس طرف میں جانا نہیں چاہتا۔ میں زیادہ تفصیل میں جانا نہیں چاہتا لیکن چند چیزیں ہیں۔ میں پھر کہوں گا کہ double standard نہیں ہونا چاہیے۔ میں پھر کہوں گا کہ جب اپنے اوپر آتا ہے تو پھر تمام چیزیں غلط ہیں اور جب آپ کی طرف آتا ہے تو میں کہوں گا کہ تمام چیزیں ٹھیک جا رہی ہیں۔ جناب چیئر مین ! اسی طرح کی چیزیں جو ہم نے یہاں سے پاس کی ہیں۔ جناب چیئر مین ! میں پھر کہوں گا۔ یہاں پر انہوں نے بات بھی کی۔ 22 کروڑ عوام کے لیے آپ نے کون سے بل پاس کیے ہیں۔ آپ ہمیں دکھائیں۔ ان پانچ سالوں سے ہٹ کر آگے جائیں اور ہمیں دکھائیں۔ یہاں پر ہم نے وہ کام کیے ہیں جو لوگوں کے روزگار تھے ہم نے ان سے وہ چھینے ہیں۔ ہم نے یہاں پر کھڑی بلڈنگز گرا دی ہیں کہ یہ قبضہ مافیا کی ہیں۔ اس کے بعد ان کا کیا ہوا؟ جناب چیئر مین ! کچھ بھی نہیں ہوا۔ ہم نے صرف لوگوں

کو مصیبتوں میں ڈالا۔ ہم نے الٹا ان سے روزگار چھینا۔ ہم نے ان کو بے روزگار کر دیا۔ کیا ہم عوام کی طرف نہیں دیکھیں گے۔ کیا ہم عوام کی مجبوریوں کی طرف نہیں جائیں گے۔ ہم صرف ان چیزوں پر یہاں پر لڑتے رہیں گے کہ یہ ٹھیک ہو رہا ہے اور یہ غلط ہو رہا ہے۔ میں آپ کے خلاف اور آپ میرے خلاف بولتے رہیں گے اور عوام بے چارے رلتے جائیں گے۔ آئیں، ہم عوام کے لیے کچھ کریں۔ ہم ان 25 کروڑ عوام کے لیے کچھ بنائیں۔ ہم roadmap بنائیں۔ آپ کے پاس 75 سالوں میں کون سا roadmap ہے۔ میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ ہم long term policy پر یقین ہی نہیں کرتے۔ ہم تو صرف short term policy پر یقین کرتے ہیں۔ میں تو صرف یہ سوچوں گا کہ ان چار پانچ سالوں میں میں کیا کر سکتا ہوں۔ پھر میں وہ بات کروں گا کہ سو خاندان اور دو سو خاندان آج کل کھرب پتی ہیں۔ ان سے آپ پوچھیں جن کے پاس ایک وقت کی روٹی نہیں ہے۔ ان کے بارے میں کبھی آپ نے یہاں پر بات کی ہے۔ ہاں، آپ جلسوں اور talk shows میں بات کرتے ہیں۔ اب وہ غریب عوام آپ کو یاد آگئے ہیں۔ خدارا، خدارا اس ملک اور قوم پر رحم کریں۔ ان اداروں پر رحم کریں۔ شکریہ جناب چیئرمین۔

جناب چیئرمین: سینیٹر کامران مرتضیٰ صاحب۔

Senator Kamran Murtaza

سینیٹر کامران مرتضیٰ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! جب ہم یہاں پر اکٹھے ہو جاتے ہیں تو تلاوت کلام پاک سے ہاؤس کا آغاز ہوتا ہے۔ کئی مرتبہ یہ آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں جن کا مفہوم یہ ہے کہ کسی گروہ کی دشمنی تمہیں حق بات کہنے سے نہ روک دے۔ میں یقیناً اس وقت شاید دل سے اس گروہ کے ساتھ نہیں ہوں گا جو 9 یا 10 مئی کو واقعات ہوئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ پاکستان کی تاریخ کے حوالے سے بدترین واقعات تھے مگر ساتھ ہی میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ ان سے پاکستان کے قانون اور دستور کے مطابق سلوک ہونا چاہیے۔ شہادت کی بنیاد پر ان کے ساتھ سلوک ہونا چاہیے۔ میں نہیں سمجھتا کہ اگر کسی وقت کوئی میرا مخالف کسی معاملے میں ملوث ہو گیا ہے تو اس کے ساتھ ایسا سلوک ہو جو دستور اور قانون سے ماورا ہو تو میرا وہ اختلاف جو اس مخصوص پارٹی کے ساتھ ہے مجھے اس حق بات کو کہنے سے نہیں روک سکتا کہ یہ چیز جو درست نہیں تھی وہ درست نہیں ہو سکتی ان کے معاملے میں بھی اور کسی اور کے معاملے میں بھی۔ جن دوستوں نے یہ

resolutionلائی۔ میں نہیں کہتا کہ انہوں نے کسی کے اشارے پر وہ resolutionلائی تھی۔ یہ یقیناً ان کی اپنی understanding ہے۔ اپنی understandingکے مطابق لائے ہوں گے۔ وہ بھی دستور کے اتنے ہی پابند ہیں جتنے ہم ہیں مگر ہماری understanding اس معاملے میں کچھ اور ہے۔ جناب چیئرمین ! اس وطن عزیز میں کئی مرتبہ یہ attempt ہو چکی ہے کہ یہاں پر جس کو regular courts کہتے ہیں، وہ regular courts کی جگہ پر اور courts کے معاملے میں بھی اسی طرح کا معاملہ لایا جائے جس طرح کہ باقی معاملات میں ایک طرح سے overrule کیا جارہا ہے یا جس طرح سے باقی معاملات کو بھی چلایا جارہا ہے۔ اس کی اپنی ایک تاریخ ہے۔ کئی مرتبہ یہ attempt ہوئی۔ پھر اس کے بعد یہ معاملات challenge ہوتے رہے۔ جو اس سے پہلے کی attempt تھی اس میں constitutional cover بھی اس کو دیا گیا اور جب constitutional coverاس کو دیا گیا تو تب ہی معاملہ challenge ہوا۔ ہم سارے challenge کرنے والوں میں شامل تھے۔ ہم کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے تھے۔ ہم نے کہا کہ even اگر آپ نے constitutional cover دے دیا تو بھی غلط ہے۔ اس کو تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ پاکستان ایک دستوری اور جمہوری ملک ہے۔ اس میں اللہ کے بعد اگر کسی کی حاکمیت ہے تو وہ عوام کی ہے۔ گوکہ یہ صرف کتاب کی حد تک ہے۔ کتاب کی حد سے 75, 76سالوں سے باہر نہیں نکل پائی مگر کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں اور جو سمجھتے ہیں کہ یہ کتاب کی بجائے یہ ہمارے دل کی حد تک ہے یا یہ ہمارے ایمان کی حد تک ہے۔ حاکمیت اللہ کے بعد اگر کسی کی ہے تو وہ عوام کی ہے مگر عوام کو ایک مخصوص طرز کی عدالتوں کے ساتھ ان کا trail کرنا بھلے انہوں نے کتنا بھی بڑا جرم کیا ہو۔ یہ غلط تھا، غلط ہے اور غلط ہوگا۔

جناب چیئرمین! دوستوں نے اس resolution کو introduce کروایا ہے۔ میرے پاس کیونکہ کوئی وجہ نہیں ہے کہ میں اس بات پر believe کرتا ہوں کہ انہوں نے اپنی سمجھ کے مطابق وہ کیا ہوگا۔ مگر اس کے بعد جب process ہوا تو وہ درست نہیں ہوا۔ جناب چیئرمین! وہ درست کیوں نہیں ہوا کیونکہ وہ ایجنڈے میں شامل نہیں تھا۔ ہم تقریباً last momentتک بیٹھے رہے۔ 5, 10منٹ رہتے تھے تو اس وقت ہم اٹھ کر گئے ہیں۔ اس وقت تک یہ معاملہ نہیں آیا بلکہ اس روز اگر آپ کو یاد ہوگا تو regular agenda بھی بہت سارا

dropہوا تھا۔ جب بہت سارا regular agenda drop ہوجائے تو اس میں کوئی additional agenda لانا یا کوئی supplementary agenda لانا میرے خیال میں مناسب نہیں تھامگراب ایسا ہوچکا۔اس کے ساتھ ہماری طرف سے ایک اور درست یاغلط الزام یہ ہے کہ اس وقت کورم بھی پورا نہیں تھا۔

میرے خیال میں اس چیز کو resent کرنے کے لیے مشتاق صاحب کی طرف سے جو قرارداد لائی گئی ہے، اس کو ہاؤس میں لایا جائے۔ تمام ممبران کو اس کا نوٹس جانا چاہیے۔ اگر اس کے بعد تمام تر ممبران یہ چاہیں کہ وہ قرارداد جو میرے بھائی دلاور کی ہے یا میرے بھائی منظور کی ہے یا کہدہ کی یا اور دوستوں کی ہے، اگر وہ چاہیں تو وہ برقرار رہے اور اگر وہ نہ چاہیں تو ختم ہو جائے۔ اگر وہ ہمارے ساتھ اتفاق کریں تو ان کی مرضی ہے۔

جناب! کہا جاتا ہے کہ ججز دہشت گردی کے معاملات میں اپنے پاؤں پر کھڑے نہیں ہوتے۔ اب اگر وہ اس ملٹری کورٹس کے معاملے پر اپنے پاؤں پر کھڑے ہو ہی گئے ہیں حالانکہ سیاسی معاملات میں عدالتیں بہت کم اپنے پاؤں پر کھڑی ہوئی ہیں، اگر کھڑی ہو گئیں ہیں تو ہمیں ان کو appreciate کرنا چاہیے نہ کہ اس طرح سے resolution لا کر ایک pressure build کرنا چاہیے اور وہ بھی اس وقت جب مختلف حکومتیں یا مختلف ادارے اپیلوں میں جا رہے تھے۔

جناب! میں ایک اور چیز کو بھی clarify کرنا چاہوں گا، سندھ حکومت نے اس کیس میں کوئی appeal file نہیں کی ہے۔ میں اس کے لیے مقبول باقر صاحب کو appreciate کرتا ہوں کہ وہ کم از کم ایک ریٹائرڈ جج ہونے کے ناتے اپنے پاؤں پر کھڑے ہوئے اور انہوں نے اس دباؤ کا مقابلہ کیا جو ان پر تھا۔ میرے خیال میں ہم سب کو بھی چاہیے کہ اس دباؤ کا مقابلہ کریں۔

جناب چیئرمین: شکریہ جناب۔ محترم سینیٹر محمد ہمایوں مہمند صاحب۔

Senator Muhammad Humayun Mohmand

سینیٹر محمد ہمایوں مہمند: جناب چیئرمین! شکریہ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ ایک بہت important بات تھی اور ویسے تو میں ان سب Articles کا ذکر کرنا چاہتا تھا جو علی ظفر صاحب نے بیان کیے ہیں، (3)4, 5 even Article 8 جس میں Schedule I, Part II کی

بات ہوتی ہے جس میں ان کورٹس کا ذکر ہے۔ بات یہ ہے کہ، منظور کاکڑ صاحب نے بھی کہا کہ جس زمانے میں یہ ہوا، وہاں پر لوگ یا ججز ڈر کر decision نہیں لیتے تھے۔ ظاہری بات ہے کہ وہ terrorists کی بات کر رہے تھے۔ سب سے پہلے تو ہمیں define کرنا ہوگا کہ ہم terrorist کسے کہہ رہے ہیں۔ یہ جو 9 مئی کا واقعہ ہے، یہ جن لوگوں نے کیا ہے، انہوں نے بہت غلط کیا ہے۔ میرے خیال میں پاکستان کا کوئی شخص بھی اسے protect یا defend نہیں کرے گا لیکن ان کو آپ terrorists نہیں کہہ سکتے۔ان کو آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ بھٹکے ہوئے لوگ تھے، انہوں نے غلط بات کر دی ہے لیکن ان کو آپ کسی بھی لحاظ سے اس category میں شامل نہیں کر سکتے کہ جس سے ججز کی زندگی کو خطرہ لاحق ہو یا وہ decision نہ لے سکتے ہوں۔ اس وقت آرمی کورٹس کا اس چیز کے لیے ہونا ضروری تھا، ہم مانتے ہیں لیکن اس particular case میں اسے لے کر آنا، یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔

اس بات کے لیے آپ باقی جو سول کورٹس ہیں، ان میں ضرور لے کر آئیں۔ جیسے علی ظفر صاحب نے کہا ہم لوگ Cr.PC 497(1) کو تو نہیں دیکھ رہے کہ جہاں پر ہمارا قانون کہتا ہے کہ آپ عورتوں، بچوں اور بیمار لوگوں کو سہولت دیں گے اور اس پر جسٹس منصور علی شاہ کا ایک decision بھی آیا ہوا ہے کہ بھئی، آپ ان لوگوں کو نوّے دن سے زیادہ نہیں رکھ سکتے۔ آرٹیکل 224(2) کے تحت جو دو صوبائی اسمبلیوں کی violation ہوئی ہے، ہم ان چیزوں کو تو نہیں لے کر چل رہے جبکہ ہم یہاں پر ان چیزوں کو سامنے لے کر آ رہے ہیں۔

جناب! جیسے کامران صاحب نے کہا ہے مسئلہ resolution کے procedure of passing پر ہے۔ جس طریقے سے وہ procedure چلا ہے، وہ ٹھیک نہیں ہے۔ اگر ہم اس procedure کو اپنائیں گے تو یہ اس پارلیمان کے لیے ٹھیک نہیں ہے۔ نمبر دو، پارلیمان کا ایک کردار ہے۔ ہم لوگ قانون بناتے ہیں۔ سپریم کورٹ کا ایک role ہے، وہ اس law کو interpret کرتے ہیں۔ اگر ہم ان کو interpret بھی نہ کرنے دیں اور ہم خود ہی interpret کرنا شروع کر دیں تو جناب! اس طرح دو اداروں کے درمیان clash ہو جائے گا۔ یاد رکھیں کہ جب ہم democratic state کی بات کرتے ہیں تو اس کے تین pillars ہیں، کوئی چوتھا یا پانچواں pillar نہیں ہوتا۔ ایک پارلیمان، دوسرا عدلیہ جبکہ تیسرا انتظامیہ۔ ان تین کے

علاوہ کوئی اور ستون نہیں ہوتا، باقی ان کے functionaries ہوتے ہیں۔ ہم ایک resolution لاکر دو pillars کو آپس میں لڑا رہے ہیں۔ کیا یہ عقل کی بات ہے؟ ہمیں ان چیزوں کو دیکھنا ہوگا کہ اس قسم کے resolutions کیوں لائے جاتے ہیں۔ جیسے منظور کاکڑ صاحب کہہ رہے ہیں کہ ہم نے یہ غلطی کی، وہ غلطی کی، تو اس کا مطلب ہے کہ ہم آئندہ بھی غلطیاں کرتے رہیں۔ ہمیں ان غلطیوں سے سیکھ کر اپنے راستے کو ٹھیک کرنا ہوگا۔ میں سمجھتا ہوں کہ بعض جگہ پر ہمیں پارٹی پالیسی سے بڑھ کر حکومت پاکستان کی پالیسی کو بھی دیکھنا ہوگا۔ وہ آئین کا آرٹیکل یا وہ law جو ہم منظور کرنا چاہ رہے ہیں، اگر وہ کسی وجہ سے آئین کے خلاف جارہا ہے یا اس کے ساتھ ٹکراؤ کر رہا ہے تو ہم اسے کیوں pass کرتے ہیں۔ پھر بعد میں ہم لوگ کہتے ہیں کہ وہ برا تھا اور ہمیں شرمندگی ہے۔ ہم اس وقت کیوں کھڑے نہیں ہوسکتے۔

مجھے اس بات کی سمجھ نہیں آتی، میں سچ بات بتاتا ہوں، مجھے سمجھ نہیں آتی اور میں بڑا disappoint ہوں، with due respect to all my colleagues, ہمیں ڈر نہیں لگتا کہ ہم قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دیں گے۔ ہم یہاں پر کھڑے ہو کر غلط باتیں کرتے ہیں اور پھر ان کو justify کرتے ہیں۔ کیا قیامت والے دن ہم اللہ تعالیٰ کے سامنے ان justifications کا کوئی جواب دے سکیں گے؟ ادھر تو ہمارا ایک ایک عضو بتا رہا ہوگا، ہمارے ہاتھ، زبان، ناک، آنکھ اور کان بتا رہے ہوں گے کہ یہاں پر اس نے غلطی کی ہے۔ وہاں پر کیا ہو رہا ہوگا؟ وہاں پر یہ ساری چیزیں چل رہی ہوں گی۔

میری آپ سے یہ request ہے کہ جو resolution مشتاق صاحب لے کر آنا چاہ رہے ہیں، اس کو ضرور سنا جائے۔ اس کے ساتھ ہمیں future میں اس قسم کی practice نہیں کرنی چاہیے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ .Very well noted sir تشریف رکھیں۔ ولید صاحب! براہ مہربانی تشریف رکھیں۔ مشتاق صاحب! تشریف رکھیں۔ ابھی کوئی resolution پیش نہیں ہوسکتی۔ میں آپ لوگوں کو ضرور موقع دوں گا۔ آپ تشریف رکھیں۔ زرقا صاحبہ! تشریف رکھیں، میں آپ کو موقع دیتا ہوں۔ براہ مہربانی، تشریف رکھیں۔ مشتاق صاحب! مہربانی فرما کر تشریف رکھیں۔ منظور صاحب! آپ بھی تشریف رکھیں۔ تمام اراکین تشریف رکھیں۔ ابھی میں ایجنڈا کی

طرف آرہا ہوں۔ ولید بھائی! تشریف رکھیں۔ آپ میری help نہ کریں، میں اپنی help خود کرلوں گا۔ آپ بیٹھ جائیں۔ ایوان کی کارروائی کو توہین عدالت نہیں سمجھا جاتا۔ نئے قوانین نہ بنائیں۔ مہربانی فرما کر تشریف رکھیں۔ معزز سینیٹر ثنا جمالی! آرڈر نمبر 20 پیش کریں۔

<u>Resolution moved by Senator Sana Jamali commemorating the international literacy day</u>

Senator Sana Jamali: I hereby move the following resolution:

"Commemorating the international literacy day on 8th September, the Senate of Pakistan reaffirms the fundamental right of every child to access quality education, irrespective of their gender, location, or socioeconomic status and urges upon the Government;

To take effective steps for promoting literacy for children and youth in general and girls in particular in Pakistan, and also strengthen non-formal education (NFE) system on an urgent basis to deliver programme;

To promote skills-based and innovative learning models to provide the right to education to out-of-school children, youth with special focus on girls education to facilitate life-long learning;

To take steps for promoting gender equality in education and eliminating disparities by ensuring girls and women's access to quality education and eliminating any barriers impeding their access to education;

To launch comprehensive awareness campaigns to inform both urban and rural communities about the significance of education through outreach programmes, workshops, and community events in collaboration with all stakeholders and partners;

To prioritize and substantially increase funding for education and literacy programmes and devise mechanism for ensuring transparency in the allocation and utilization of budgets for education in the country;

Mr. Chairman: Minister Sahib, is it opposed?

جناب مرتضیٰ سولنگی: جی support کرتے ہیں۔

Mr. Chairman: Now I put the resolution before the House.

(The resolution was passed)

Mr. Chairman: The resolution is passed unanimously. Order No.21. We may now take up Order No. 21, Senator Mohsin Aziz, please move Order No. 21.

سینیٹر محسن عزیز: جناب والا! یہ motion last time بھی آیا تھا تو آپ نے defer کروادیا تھا۔

جناب چیئرمین: وزیر صاحب! آپ اس کا جواب دیں گے؟

جناب مرتضیٰ سولنگی: جناب والا! جواب دے دیں گے لیکن اس کے کچھ technical answers جب وزیر خزانہ آئیں گی تو وہ دیں گی۔ .we oppose it

جناب چیئرمین: محسن عزیز صاحب! پھر میں defer کردوں یا آپ نے بات کرنی ہے؟

سینیٹر محسن عزیز: جناب والا! اس طرح چل رہا ہے تو چلائے جاتے ہیں، بس ٹھیک ہے، یہ debating club ہے، بول لیتے ہیں۔

جناب چیئرمین: محسن صاحب! یا میں انہیں بلوالوں؟

سینیٹر محسن عزیز: جناب والا! مجھے نہیں پتا کہ میں کیا کروں۔ یہ فروری سے defer ہوتا چلا آرہا ہے۔

جناب چیئرمین: آپ بات کرلیں، وزیر صاحب اس پر جواب دے دیں گے۔

سینیٹر محسن عزیز: مجھے سمجھ نہیں آتی کہ یہ ایوان ہم نے کیسے چلانا ہے، آپ کیسے چلانا چاہتے ہیں؟ ہمیں یہاں کیا تکالیف ہیں، ہم یہاں کیا کہنا چاہتے ہیں، ہم تیاری کرکے آتے ہیں۔ اگر آگے سب

وہ bright کر دے گا، وہ right کر دیں گے، پہلے شہادت اعوان صاحب تھے، آج ہمارے بھائی سولنگی صاحب ہیں۔ میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر اتنی مجبوری ہے۔۔۔۔

جناب چیئرمین: آپ بولیں، وزیر صاحب جواب دے دیں گے۔آپ motion move کریں۔

Motion under Rule 218 moved by Senator Mohsin Aziz regarding the elimination of the currency note of Rs.5000

Senator Mohsin Aziz: Sir, I Senator Mohsin Aziz move that this House may discuss that State Bank of Pakistan may take necessary steps to eliminate the note of Rs. 5000/ as this is cause of inflation and corruption in the country.

جناب والا! میں یہ motion February میں لے کر آیا تھا۔ ہم اس زمانے میں جو سوالات کرتے تھے تو ان کے جوابات صحیح نہیں آتے تھے، کچھ ہماری بات انہیں سمجھ نہیں آتی تھی، کچھ ہمیں ان کی بات سمجھ نہیں آتی تھی۔ میں یہی سمجھ رہا تھا کہ smuggling کو control کرنے کے لیے، transit trade کو control کرنے کے لیے، inflation کو نیچے لانے کے لیے اس حکومت نے کچھ اچھے اقدامات بھی کیے ہیں تو شاید آج میرے اس motion پر کچھ سیر حاصل گفتگو ہو جاتی اور شاید ہم کسی طرف لگ جاتے لیکن جو بے ڈھنگی رفتار تھی، مجھے لگتا ہے کہ آج بھی وہی ہے۔ بہر حال میں اپنا فرض ادا کر دوں گا اور یہاں جو بات کرنی ہے، وہ کر دوں گا۔

جناب والا! ہم نے جس طرح out of the box کچھ decisions لیے ہیں، بعض صحیح اور بعض غلط لیکن کافی صحیح decisions بھی لیے گئے ہیں۔ یہاں بھی ہمیں کچھ out of the box solutions کی ضرورت ہے۔ ہم سب یہ جانتے ہیں کہ ہمارے ملک میں corruption بہت زیادہ ہے، ہم سب جانتے ہیں کہ ہماری tax evasion بہت زیادہ ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ ہماری undocumented economy approximately 35 to 40% ہے۔آج ہمارے جو حالات ہیں، ہم جس طرح چل رہے ہیں، ہم developed nation تو چھوڑیں، underdeveloped کی طرف جا چکے ہیں اور اب خاکم بدہن ہم

least-developed nation کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ دیکھا جائے تو اس میں بہت ساری وجوہات ہیں، ہم ان وجوہات کی study تو کرتے ہیں لیکن ہم سمجھتا ہوں کہ جو پانچ ہزار کا note ہے، اس میں ہماری تمام چیزیں چاہے وہ inflation ہو، چاہے corruption ہو، چاہے وہ tax evasion ہو، چاہے وہ terror financing ہو، ان میں اس note کا بہت عمل دخل ہے۔

جناب والا! 2006 میں جب اس note کا اجراء ہوا تو کہا گیا کہ یہ اس لیے جاری کیا جارہا ہے کہ ہماری printing cost کم ہو گی۔ اُس وقت جعلی نوٹوں کی circulation بہت زیادہ تھی وہ کم ہو گی لیکن ہمیں معلوم ہے کہ آج پانچ ہزار کے جعلی نوٹ کافی حد تک نکل آئے ہیں۔ پانچ ہزار کے notes ساڑھے تین ٹریلین کے قریب جاری ہوئے ہیں جو تقریباً 30 to 32% of the total circulation of the total currency notes بنتے ہیں جو اس وقت market میں ہیں۔ ایک تخمینے کے مطابق اس ساڑھے تین ٹریلین میں سے تقریباً ڈیڑھ، پونے دو ٹریلین کے notes circulation میں نہیں ہیں، یعنی وہ notes under the pillow ہیں، انہیں کہیں safe deposits میں رکھ دیا گیا ہے اور یہ banks کے پاس circulation میں نہیں ہیں۔ یہ وہی پیسا ہے جو money laundering کا پیسا ہے، یہ وہی پیسا ہے جو hoarding کا پیسا ہے، یہ وہی پیسا ہے جو tax evasion کا پیسا ہے اور یہ وہی پیسا ہے جو smuggling کا پیسا ہے۔ آپ بھی جانتے ہیں کہ اگر پانچ سو روپے کا note ہے اور اگر ایک ہزار روپے کا note ہے تو وہ ایک لاکھ کا اتنا بنے گا اور پانچ ہزار کا note تین گڈیوں میں کتنا آجائے گا۔

جناب والا! میرا اس motion کو لانے کا مقصد یہ تھا کہ ہم cash economy کو discourage کرنا چاہتے ہیں، ہم undocumented economy کو discourage کرنا چاہتے ہیں، ہم corruption کو discourage کرنا چاہتے ہیں اور ہم اس کے لیے آگے بڑھنا چاہتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ موجودہ حکومت کو چاہیے کہ اس کی طرف بھی ایک قدم بڑھائیں۔ پانچ ہزار کا note inflation کو بڑھانے میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ حکومت اسے demonetize کرے۔ انڈیا نے 1978 میں مورار جی ڈیسائی کی

حکومت میں demonetizing کی تھی۔ اس کے بعد 2016 میں پانچ سو اور ہزار روپے کے notes کی demonetizing کی تھی۔ اس میں کچھ غلطیاں موجود تھیں جس میں اس وقت کامیابی نہیں ہوئی لیکن بعد میں آپ نے دیکھا ہے کہ انڈیا کی economy, GDP, exports کتنی حد تک بڑھ گئی ہیں۔ انہوں نے کس حد تک tax evasion کو control کیا ہے۔ آپ دیکھیں کہ انڈیا میں maximum denomination note two thousand کا ہے، بنگلہ دیش میں ایک ہزار ٹکے کا ہے، افغانستان کا ایک ہزار افغانی کا ہے۔ اسی طرح سب سے زیادہ سری لنکا وغیرہ کا ہے جو پانچ ہزار روپے کا ہے لیکن وہ بھی اس وجہ سے ہے کہ ان کی devaluation اتنی زیادہ ہو گئی ہے، وہاں one dollar is equal to about 329 Sri Lankan currency ہے۔

جناب والا! میری یہی تجویز تھی کہ اسے اس طرح demonetize کیا جائے کہ سب سے پہلے کچھ وقت دیا جائے، جو direct accounts ہیں اگر ان میں پیسے ڈالے جائیں تو اس میں کوئی ممانعت نہیں ہونی چاہیے کیونکہ وہ accounts, accountant for ہیں، وہ State Bank or FBR کے accounts میں آتے ہیں، ان کی deduction بالکل آسان ہے۔ اسی طرح عام public کے لیے study کیا جاسکتا ہے کہ کتنے ہوں، میری تجویز یہ تھی کہ پچیس سے تیس ہزار روپے per person allow کیے جائیں کہ وہ جا کر bank سے کسی اور currency میں cash کرا دے چاہے وہ پانچ سو کا ہوتا ہے یا ہزار روپے کا ہوتا ہے۔ میں آپ کو یقین سے کہتا ہوں کہ اگر آپ یہ کر لیں گے تو آپ کے پاس پانچ ہزار کے اتنے surplus notes ہو جائیں گے کہ یہ پانچ ہزار کا note چار ہزار روپے میں بکے گا، یہ عام آدمی کو چار ہزار میں بیچیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سے inflation نیچے آئے گی، اس سے corruption نیچے آئے گی، آپ کی smuggling جس کے لیے آج آپ کوشاں ہیں، ڈالر کے لیے جس طرح آپ نے raids کیے ہیں، جو طریقہ کار بنایا ہے جس سے ڈالر کچھ control ہوا، اب یہ پھر اوپر جا رہا ہے لیکن initially اس کی اوپر جانے کی رفتار تھی کہ وہ .Rs. 325 or Rs 326 پر چلا گیا تھا، وہ کم ہو کر .Rs. 270 پر آیا، آج Rs. 288 and Rs. 290 پر دوبارہ چلا گیا ہے۔ بہر حال ڈالر کی ,smuggling حوالہ ہنڈی کے کاروبار کو control کرنے سے یہ کافی

control ہوا ہے۔ اسی طرح پانچ ہزار روپے کے note کو اگر آپ demonetize کریں گے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس کے خاطر خواہ اور اچھے results آپ کو مل سکتے ہیں۔ شکریہ۔

Mr. Chairman: Yes, honorable Federal Minister for Parliamentary Affairs. Senator Walid Iqbal! Do you wish to speak on the Motion?

Senator Walid Iqbal: Yes, Mr. Chairman.

Mr. Chairman: Please, speak on the motion.

Senator Walid Iqbal

سینیٹر ولید اقبال: شکریہ، جناب چیئرمین! میں اپنے فاضل دوست سینیٹر محسن عزیز کی اس تجویز اور موشن کی تائید کرتا ہوں کیونکہ ہم اکیسویں صدی میں ہیں۔ بینک دولت پاکستان اور وزارت خزانہ بھی بہت زیادہ ایسی policies promote کر رہی ہے جس میں digitization of payments and usage of credit cards شامل ہیں۔ آج کل اگر آپ کسی ریسٹورنٹ میں جائیں تو credit card payments پر وہ آپ کو کم charge کرتے ہیں۔ یہ incentive State Bank of Pakistan نے دیا ہے۔ یہ سب بدعنوانیوں، سمگلنگ اور دولت کے ناجائز استعمال کے تدارک کے لئے ہے۔ میں بھی خصوصاً ایک ہی بات عرض کرنا چاہ رہا تھا جو میرے فاضل دوست سینیٹر محسن عزیز صاحب نے بھی کہی کہ ان currency notes کو surrender کرنے کے لئے ایک محدود مدت دی جائے۔ جو بھی ان notes کو surrender کرے، وہ کوائف FBR کو دی جائیں۔ اس میں کوئی تحفظ اور استثناء ملنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ورنہ بالادست طبقہ وہیں کا وہیں رہے گا اور طاقتور کے لئے کوئی اور قانون اور کمزور کے لئے کوئی اور قانون ہوگا، شکریہ۔

Mr. Chairman: Yes, honourable Federal Minister for Parliamentary Affairs.

Mr. Murtaza Solangi, Caretaker Federal Minister for Parliamentary Affairs

جناب مرتضٰی سولنگی: شکریہ، جناب چیئرمین! میں ایوان کے سامنے کچھ اعداد و شمار رکھنا ضروری سمجھتا ہوں۔ سب سے پہلے یہ بات کہ یہ 5000 کے نوٹ پہلی مرتبہ 27 مئی 2006 کو جاری ہوئے۔ ملک میں اس وقت مجموعی طور پر 90 کروڑ 50 لاکھ یعنی 905 ملین کے قریب پاکستانی

5000ہزار کے نوٹ circulation میں ہیں۔ میری calculation کے مطابق ان کی مالیت 4525 ارب یعنی 4.5 trillion rupees ہے۔ میرے پیارے بھائی سینیٹر محسن عزیز جو ابھی شاندار تجاویز سامنے لائے ہیں، میں ایوان کی information کے لئے یہ بات کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ State Bank اپنے Act کے تحت currency notes کو issue, continue or discontinue کرتی ہے۔ جب سینیٹر محسن عزیز صاحب کے جماعت کی حکومت تھی تو State Bank Act میں ترمیم کرکے اسے کچھ زیادہ ہی آزاد کر دیا گیا تھا۔ ہماری یہی خواہش ہے کہ اس آزاد State Bank کو اگر میرے بھائی سینیٹر محسن عزیز یا ایوان کی تجاویز پسند آئی تو پھر وہ حکومت کو اس متعلق کوئی تجویز بھیجے گی کیونکہ یہ ایک بنیادی economic policy کا فیصلہ ہے۔ میرے بہت ہی قابل احترام دوست اور former Chairman Senate سینیٹر میاں رضا ربانی اور سینیٹر مشتاق احمد بیٹھے ہیں، کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ محدود اختیارات اور محدود مدت والی نگران حکومت اس قسم کا کوئی policy فیصلہ لے یا ہم انتظار کریں کہ اگلا پارلیمان آئے جو اس آزادی کو تبدیل کرے یا حکومت کو یہ تجویز دے کہ وہ اس پر کوئی فیصلہ کرے۔ اس پر بڑی بحث کی بھی ضرورت ہے۔ جب اگلی مرتبہ ایوان میں ہماری وزیر خزانہ تشریف لائیں گی تو اس کے pros and cons پر بحث ہو تاکہ ہم وہ scenes نہ دیکھیں جو ہمارے پڑوسی ملک نے اپنے demonetization کے وقت دیکھے تھے، شکریہ۔

Mr. Chairman: The motion has been talked out. We may now move on to Order. No. 22. It stands in the name of Senator Kamran Murtaza. Please, move the Order. Is there any request for its deferment?

Senator Kamran Murtaza: No, sir.

جناب چیئرمین: سینیٹر کامران مرتضٰی صاحب! اس پر منسٹر صاحبہ نے request کی ہے کہ اسے next rota day کے لئے defer کر دیں۔ وہ خود پیر کے دن جواب دینے آئیں گی۔

سینیٹر کامران مرتضٰی: جناب! اس موشن کے ذریعے ڈالر کے درجات بلند ہونے کی بات ہونی تھی۔

جناب چیئرمین: اسی وجہ سے وہ خود آکر جواب دیں گی۔

سینیٹر کامران مرتضیٰ: جی ٹھیک ہے۔

Mr. Chairman: It is deferred. We now move on to Order. No. 23. It stands in the name of Senator Samina Mumtaz Zehri. She is not present. It is dropped. We now move on to Order. No. 24. It stands in the name of Senator Mushtaq Ahmed. Please move the motion.

Motion under Rule 218 moved by Senator Mushtaq Ahmed regarding the unprecedented and continuous increase in gas and electricity tariffs

سینیٹر مشتاق احمد: شکریہ، جناب چیئرمین! میں سینیٹر مشتاق احمد یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ ایوان بجلی اور گیس ٹیرف میں مسلسل اضافے کو زیر بحث لائے۔

جناب چیئرمین: جی بات کریں۔

سینیٹر مشتاق احمد: جناب چیئرمین! یہ موشن میں نے بہت پہلے جمع کروائی تھی۔ اس وقت بھی بجلی کی قیمتوں میں اضافہ ہوا تھا۔ اس کے بعد مسلسل بجلی اور گیس کی قیمتوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ آپ کے علم میں ہے کہ ابھی recently گیس کی قیمتوں میں 193 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ اس سے پہلے 10 یا 15 فیصد اضافہ ہوتا تھا لیکن تاریخ میں پہلی مرتبہ 193 فیصد اضافہ ہوا ہے اور یہ ایک ظلم ہے۔ میں اسے عوام کے خلاف معاشی دہشت گردی سمجھتا ہوں کہ آپ نے ایک ہی جست میں گیس کی قیمتوں میں 193 فیصد اضافہ کیا۔ گیس میٹر کا کرایہ 40 روپے سے بڑھا کر 500 روپے کر دیا گیا ہے۔ Protected صارفین کے لئے جو fixed charges ہیں، انہیں 10 روپے سے بڑھا کر 400 روپے کر دیا گیا ہے۔ میں ایوان کی توجہ چاہوں گا کہ ذرا ان اعداد و شمار کو دیکھے۔ یہ عوام کے خلاف ایک جنگ ہے جو ان کے ذریعے کی گئی ہے۔ اسی طرح پٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں میں بھی اضافہ کیا گیا ہے۔ اس وقت عالمی مارکیٹ میں پٹرولیم مصنوعات کی قیمتیں مسلسل گر رہی ہیں۔ ڈالر کے مقابلے میں روپے کو استحکام مل رہا ہے اور اس کی قدر بڑھ رہی ہے۔ اس فائدے کو عوام کو منتقل کرنا چاہیے لیکن بد قسمتی سے ایسا نہیں کیا جا رہا ہے۔ اس وقت پٹرول کی فی لیٹر میں 100 روپے کی کمی کرنی چاہیے تاکہ غریب عوام کو کچھ نہ کچھ ریلیف مل سکے۔ آپ گیس کی قیمتوں پر tax اور پٹرولیم

مصنوعات پر levy لگا رہے ہیں۔ آپ مختلف ناموں سے عوام پر سارا بوجھ منتقل کر رہے ہیں۔ آپ غریب عوام سے utility Bills میں T.V and radio fees بھی وصول کر رہے ہیں۔

جناب چیئرمین! میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ default Sri Lanka سے زیادہ مہنگائی، پاکستان میں ہے۔ گیس کی قیمتوں میں جو اضافہ ہوا ہے، میں صرف خیبر پختونخوا کے تناظر میں اس کا ایک aspect بتانا چاہتا ہوں۔ ابھی میرے ہاتھوں میں All Pakistan CNG Association کی جانب سے ایک درخواست ہے جو انہوں نے سینیٹ آف پاکستان کو لکھی ہے۔ یہ واحد اور رجسٹرڈ نمائندہ تنظیم ہے۔ ان کا خیال ہے کہ صرف خیبر پختونخوا میں اس وقت دو لاکھ transport گاڑیاں CNG پر چلتی ہیں جس کی وجہ سے دو کروڑ عوام کو کم کرایوں پر گاڑیاں ملتی ہیں۔ جب آپ گیس کی قیمت میں 193 فیصد اضافہ کریں گے تو یہ 234 روپے فی کلو سے 400 روپے پر چلی جائے گی۔ اسے خریدنا پھر عوام کے لئے ممکن نہیں ہوگا۔ جب آپ گیس اور پٹرولیم مصنوعات میں اضافہ کرتے ہیں تو 400 کے قریب ایسی اشیاء ہیں جو غریب عوام استعمال کرتے ہیں، یہ directly ان قیمتوں سے connected ہوتے ہیں اور خود بخود بڑھ جاتی ہیں۔ میں اس وجہ سے ان اضافوں کو مسترد کرتا ہوں۔ ایک ہمہ گیر مہنگائی ہے۔ 60 فیصد پاکستانی ایسے ہیں جن کی ماہانہ آمدن 35 ہزار روپے ہے۔ اب جن کی ماہانہ آمدن 35 ہزار روپے ہے تو وہ بجلی کی فی یونٹ 90 روپے کیسے ادا کریں، وہ بجلی کے بلوں میں 11 قسم کے taxes کیسے دیں، وہ گیس کی قیمتوں میں 193 فیصد اضافہ کیسے دیں، وہ گیس میٹر کا کرایہ جسے 40 روپے سے بڑھا کر 500 روپے کر دیا گیا ہے اور جو fixed charges, 10 روپے سے بڑھا کر 400 روپے کر دیے گئے ہیں، انہیں کیسے ادا کریں۔ یہ ناممکن ہے۔ اس وقت عوام پر یہ ناقابل برداشت بوجھ ہے۔ اس وقت پاکستان میں نو کروڑ لوگ خط غربت سے نیچے زندگی گزار رہے ہیں، بجائے اس کے کہ ہم ان کو utility bills اور پٹرولیم مصنوعات میں relief دیں جو ہم نہیں دے رہے، گیس کی قیمتوں میں رعایت جو ہم نہیں دے رہے، بجلی کی قیمتوں میں رعایت ہم نہیں دے رہے، الٹا لوگوں پر مزید بوجھ ڈال رہے ہیں، یہ بالکل جرم ہے۔

جناب چیئرمین! جو آئی ایم ایف کے ساتھ معاہدے ہوتے ہیں، جب بھی آئی ایم ایف کے ساتھ معاہدہ ہوتا ہے تو عوام پریشان ہو جاتے ہیں۔ ابھی ستر کروڑ ڈالر کی غالباً آئی ایم ایف کے ساتھ

deal ہوئی ہے، حکومت تو خوش ہو جاتی ہے لیکن عوام پریشان ہو جاتے ہیں اس لئے کہ آئی ایم ایف کے ساتھ پاکستان کے جو دو درجن پروگرام طے ہوئے ہیں اس سے پاکستان کے مسائل حل نہیں ہوئے۔ IMF is part of the problem, IMF is not part of the solution, نہیں ہے، وہ ایک ساہوکار ہے۔ وہ مستقل ان سے کہتا ہے کہ subsidy ختم کرو۔ وہ مستقل ان سے کہتا ہے کہ بجلی اور گیس کی قیمتوں میں اضافہ کرو۔ غریب عوام پر مستقل بوجھ کا کہا جاتا ہے۔ اس لئے حکومت نے عوام کو بالکل کچل دیا ہے اور عوام کے پاس بچوں کے سکول کی فیس دینے کے وسائل نہیں ہیں۔ علاج معالجہ اور ادویات خریدنے کے لئے عوام کے پاس وسائل نہیں ہیں۔ ہماری حکومتیں مستقل قیمتوں میں اضافہ کر رہی ہیں۔ جناب چیئر مین! اس کا حل کیا ہے، میں نے پہلے بھی بار بار عرض کیا ہے کہ عوام کو کوئی تکلیف نہ دیں۔

جناب چیئر مین: جی، جی suggestions دیں، وزیر صاحب بیٹھے ہیں، وہ سن رہے ہیں۔

سینیٹر مشتاق احمد: عوام پر وہ بوجھ نہ ڈالیں جو وہ سہار نہ سکیں اور French Revolution سے سبق سیکھ لیں۔ یہ جو آپ کہتے ہیں کہ Law and Order کی صورت حال خراب ہے، یہ غربت کی وجہ سے ہے۔ یہ جو extremism and militancy ہے، اس کی وجہ طبقاتی تقسیم اور غربت ہے۔ French Revolution سے سبق سیکھ لیں، مگر ہمارے حکمران نہیں سیکھ رہے۔ آپ دیکھ لیں کہ ابھی بھی protocol culture ہے، ابھی بھی bullet proof گاڑیاں ہیں، ابھی بھی اسی طرح شاہانہ انداز سے زندگی گزاری جا رہی ہے۔ عوام پر بوجھ اور عوام جس درد اور تکلیف میں ہیں، ان کا کوئی احساس حکمران طبقے کے عمل میں نظر نہیں آ رہا۔

جناب چیئر مین! آپ دیکھیں، میں آپ کو بڑی دلچسپ بات بتاؤں کہ پرسوں خبر آئی کہ 161 ایسے ریٹائرڈ افسران ہیں جو بیرون ملک میں ہیں اور جو ڈالروں میں پنشن وصول کر رہے ہیں۔ یہ ہے وہ Ruling elite یہ ہے وہ privileged class یہ ہے وہ بالا دست طبقہ، آپ اندازہ کر لیں کہ یہ ایک سو اکسٹھ افسران ہیں اور دو سو ملین ڈالر سالانہ پاکستان کے خزانے سے ان پر خرچ آتا

ہے اور وہ عیش و عشرت کر رہے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ بوجھ اس طبقے کی طرف منتقل کریں جو privileged class ہے، جو بالا دست طبقہ ہے، غریب عوام پر نہ کریں۔

UNDP کی رپورٹ پاکستان کے ریکارڈ پر ہے کہ 70.4ارب ڈالر پاکستان کی privileged class سالانہ مراعات، سبسڈی اور tax evasion and concession میں لے رہے ہیں، 70.4 ارب ڈالر جو کہ پاکستان کے بجٹ کا پچاس فیصد ہے، آپ ان پر ہاتھ کیوں نہیں ڈال رہے، آپ ان کو tax net میں نہیں لا رہے، آپ ان کی سبسڈی بند نہیں کر رہے، آپ ان کی جیب پر ہاتھ نہیں ڈال رہے مگر آپ دن رات غریبوں پر ڈاکہ ڈال رہے ہیں۔ آپ غریبوں کا معاشی قتل عام کر رہے ہیں۔

جناب چیئرمین! اس سے مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ میں نے پہلے بھی کہا تھا، اور اب بھی کہتا ہوں کہ حکومت کو چند چیزوں پر اپنی توجہ مرکوز کرنی ہوگی۔ اس میں سب سے پہلی چیز ہے کہ آپ کے FBR میں سالانہ ایک ہزار ارب روپے کی کرپشن ہو رہی ہے بلکہ اس سے زیادہ کی کرپشن ہو رہی ہے۔ FBR کے بارے میں بار بار کہہ چکا ہوں کہ وہ Federal Bureau of Revenue نہیں ہے بلکہ وہ Fraud Bureau of Revenue ہے، اس کے اندر فراڈ ہے، اس کے اندر کرپشن ہے، آپ اس کرپشن کو ختم نہیں کر رہے ہیں۔ جو لوگ Taxable ہیں، آپ ان کو Tax net میں نہیں لا رہے۔ آپ بجلی کی قیمتیں، گیس کی قیمتیں، ادویات کی قیمتیں، پٹرولیم مصنوعات کی قیمتیں، kitchen items کی قیمتیں بڑھا رہے ہیں۔ آئی ایم ایف بھی آپ سے یہ کہتا ہے، یہ لوگوں کو لوٹنے کا آسان طریقہ ہے جو وہ کر رہا ہے۔

آپ FBR کی restructuring کریں، چیئرمین صاحب، مجھے پتا ہے، آپ گواہ ہیں، اس ایوان میں یہ بات آئی تھی کہ FBR کے بائیس اور 21 گریڈ کے آفیسر جب بھرتی ہوئے تھے، اس وقت ان کے اثاثہ جات کیا تھے اور اس وقت ان کے اثاثہ جات کیا ہیں، ہمیں ان کے اثاثہ جات یہاں نہیں دکھائے گئے۔ اس ایوان میں ان کے اثاثہ جات نہیں دکھائے گئے۔ تو بھئی آپ کرپشن کا علاج کریں۔ آپ یقین کریں کہ اگر FBR کی restructuring ہو جائے اور کرپشن ختم ہو جائے تو ہمیں کسی IMF Programme میں جانے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ ہمیں عوام پر بوجھ ڈالنے کی کوئی ضرورت نہیں رہے گی، نمبر ایک کام تو آپ یہ کریں۔

جناب چیئرمین: جی مشتاق صاحب۔

سینیٹر مشتاق احمد: دوسرا کام آپ یہ کریں کہ آپ غیر ترقیاتی اخراجات کو کم کریں۔ ابھی گزشتہ دنوں ایوان صدر کے اخراجات کے بارے میں سینیٹر بہرہ مند تنگی کا سوال تھا اور اس کا جواب آیا تھا کہ پانچ سال میں پانچ ارب روپے اخراجات ہوئے ہیں یعنی فی سال ایک ارب روپے آپ ایک بندے پر خرچ کر رہے ہیں۔ آپ یہ اندازہ کریں کہ آپ کا ایوان وزیراعظم کیا مقروض ملک کا ایوان وزیراعظم ہے؟ آپ کا ایوان صدر کیا مقروض ملک کا ایوان صدر ہے؟ کیا یہ مقروض ملک کا، غریب ملک کا جس میں ساٹھ فیصد لوگ خط غربت سے نیچے زندگی گزار رہے ہیں، کیا یہ ان کا ایوان صدر ہے؟ آپ کے Governor Houses, Chief Minister Houses جو وہاں شاہ خرچیاں ہیں، جو مغلیہ کلچر ہیں وہ تو کسی ترقی یافتہ ملک میں بھی کسی حکمران کا نہیں ہے۔ پروٹوکول، بلٹ پروف گاڑیاں اور دیگر اخراجات، آپ غیر ترقیاتی اخراجات کو کم کریں۔

تیسرا کام یہ کریں کہ دفاع کا بجٹ، خاص طور پر non-combat budget پر cut لگائیں۔ جب آپ کے پاس deterrence ہے، missile deterrence ہے، nuclear deterrence ہے تو اتنا بڑا defence budget کس لئے ہے، آپ کو پتا ہے کہ اس وقت پاکستان کا defence budget 2600 ارب روپے ہے تقریباً، اس میں تنخواہیں اور پنشن ملا کر تو جو آپ کا non-combat defence budget ہے کم از کم اس پر cut لگائیں اور بالخصوص اگر آپ کے پاس یہ deterrence موجود ہے تو پھر اتنے بڑے defence budget کی ضرورت نہیں رہتی۔ پھر SOEs کی restructuring کریں، اگر آپ privatisation کرنا چاہتے ہیں تو privatisation اس پارلیمنٹ کی سرپرستی، نگرانی اور غیر جانب دارانہ انداز میں ہونی چاہیے نہ کہ پی آئی اے کی طرح پہلے اس کو بدنام کریں، پی آئی اے کی طرح آپ اس کو crash کریں اور پھر اپنے من پسند انداز سے ان کو من پسند لوگوں کے حوالے کریں، نہیں۔ اس طرح نہیں، ایک transparent نظام سے آپ SOEs کا مسئلہ حل کریں، جو آپ کے state owned enterprises ہیں، جو سفید ہاتھی ہیں، آپ ان کو جتنے پیسے دے رہے ہیں اگر وہ پیسا آپ غریبوں کی طرف divert کر دیں تو مجھے یقین ہے کہ پاکستان میں مہنگائی کا کم از کم پچاس فیصد خاتمہ ہو جائے گا۔ یہ تو آپ کی غلطی ہے نا، آپ کی administrative

failure ہے، آپ کی transparency failure ہے توآپ اس کی سزا غریب عوام کو کیوں دے رہے ہیں پٹرولیم، گیس، بجلی اور kitchen items کی قیمتوں میں اضافہ کرکے۔

جناب چیئرمین! پانچویں بات یہ ہے کہ آپ بیرون ممالک سے پیسا واپس لائیں، بیرون ممالک میں پیسا پڑا ہے، بلوم برگ بھی کہتا ہے کہ بین الاقوامی ادارے بھی کہتے ہیں کہ پاکستان سے ستائیس سال میں ایک سو تیس ارب ڈالر پاکستان کے اندر آئے ہیں اور ایک سو اسی ارب ڈالر باہر گئے ہیں۔ ابھی جو پیسا اندر آرہا ہے اس سے زیادہ پیسا ملک سے باہر جارہا ہے توآپ اس کو روکیں۔ یہ جوآپ کی معیشت کے سوراخ ہیں، معیشت کے اندر بڑے بڑے سوراخ ہیں ان کو بند کریں، جب تک آپ ان کو بند نہیں کریں گے، صرف غریبوں پر بوجھ ڈالنے سے پاکستان کامسئلہ حل نہیں ہوگا۔

جناب چیئرمین! مارکیٹ پر writ of the Government نہیں ہے۔ آپ دیکھیں کہ گندم کی Bumper crop ہوئی ہے، دس سالوں میں پاکستان میں گندم کی ایسی تاریخی فصل نہیں ہوئی ہے جواس دفعہ ہوئی ہے لیکن آٹے کی قیمت نیچے نہیں آرہی، چینی کی قیمت نیچے نہیں آرہی۔ یہ چیزیں جو غریب عوام استعمال کر رہے ہیں، ان کی قیمتیں مستقل بڑھ رہی ہیں۔

جناب چیئرمین: مشتاق صاحب! شکریہ۔

سینیٹر مشتاق احمد: میں سمیٹ رہا ہوں۔ جناب، جب تک آپ اس کو حل نہیں کریں گے اس وقت تک آپ کے مسائل حل نہیں ہوں گے۔ دیکھیں، جب پاکستان کوآپ لوگوں نے one percent republic بنایا ہوا ہے، یہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی بجائے اشرافیہ جمہوریہ پاکستان بن گیا ہے۔ یہاں دکھ کے لئے، درد کے لئے، تکلیفوں کے لئے، مہنگائی کے لئے غریب عوام ہیں۔ عیش وعشرت کے لئے بالا دست اور privileged class کا طبقہ ہے۔ one percent republic نہیں چلے گی، اشرافیہ جمہوریہ پاکستان نہیں چلے گا۔ اس لئے اس سردی میں جو ابھی آ رہی ہے، گیس کی ضرورت ہوگی۔ آپ نے اس میں 193% اضافہ کردیا، مزید اضافہ کر رہے ہیں۔

آپ پٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں میں کم از کم پچاس روپے سے لے کر سو روپے تک قیمت کم کردیں۔

جناب چیئرمین: شکریہ جی۔

سینیٹر مشتاق احمد: آپ نے بجلی کی قیمت نوّے روپے فی یونٹ کردی ہے جو کوئی برداشت نہیں کرسکتا، بجلی نوّے روپے فی یونٹ کوئی برداشت نہیں کرسکتا۔ آپ اس کی قیمتیں کم کریں اور جو تجاویز میں نے دی ہیں ان پر جائیں تو غریب عوام پر بوجھ ڈالنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ بہت شکریہ۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: نہیں، جو اس motion پر بات کر رہے ہیں، وہ بتادیں۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: نہیں، Point of Order پر وقت بعد میں دیتا ہوں، پہلے اس motion پر بات ہوگی۔ جی محسن صاحب۔

Senator Mohsin Aziz

سینیٹر محسن عزیز: بہت شکریہ، ویسے تو میں نے اس کے لیے Adjournment Motion بھی جمع کرایا ہوا ہے، اگر اسے نہیں لے رہے۔۔۔۔

جناب چیئرمین: وہ لگالیں گے اگر آپ کہتے ہیں۔

سینیٹر محسن عزیز: براہ مہربانی وہ لگالیں۔

جناب چیئرمین: ضرور لگادیں گے محسن صاحب۔

سینیٹر محسن عزیز: کیونکہ اس تحریک کے تحت قیمتوں میں اضافے کی جو بات کی گئی ہے، وہ بالکل مناسب بات کی گئی ہے کہ عوام اس کا بوجھ نہیں اٹھا سکتے۔ ہماری industries اس کا بوجھ نہیں اٹھا سکتیں۔ اس سے مہنگائی اور بڑھے گی۔ اب یہ کہا جارہا ہے کہ ایک آدھ مہینے میں اس میں مزید اضافہ کیا جائے گا۔ خاص طور پر سردی کے موسم میں اور خاص طور پر ان علاقوں میں جہاں کا درجہ حرارت منفی میں چلا جاتا ہے، وہاں لوگ کیا کریں گے، وہ کس طریقے سے زندہ رہیں گے، وہاں درجہ حرارت بہت زیادہ نیچے آجاتا ہے تو کیسے وہ زندہ رہیں گے۔ کم از کم یہ سوچا جائے کہ وہ کیسے afford کریں گے۔ کم از کم یہ بات تو کی جاتی کہ اس طرح کے علاقوں میں سبسڈی دی جائے گی، اس وقت کچھ incentives دیے جائیں گے تاکہ وہ زندہ تو رہ سکیں۔

یہاں جب ہم بات کرتے ہیں تو انہوں نے بہت خوبصورت نام دیے ہوئے ہیں، بڑی مدت سے وہ خوبصورت نام چلے آرہے ہیں کہ گیس کی چوری ہوتی ہے،وہ تو کہتے ہیں کہ Unaccounted for Gas (UFG), جو بجلی کی چوری ہوتی ہے،اسے کہتے ہیں line losses. کم از کم نام تو ٹھیک کردیں۔ کم از کم یہ تو دیکھا جائے کہ line losses, theft, اور گیس چوری کو کتنا کنٹرول کیا جارہاہے۔ وہ کیوں کنٹرول نہیں ہورہا؟ اس کنٹرول کابوجھ عوام پر کیوں ڈالا جارہاہے؟ بجلی چوری کررہاہے بقراور پیسادے رہاہے زید، یعنی یہ کیا بات ہوئی؟

آخری بات، ہم یہاں آئین کی بات کرتے ہیں، Article 158 کے تحت چھوٹے صوبوں کو جو اختیار دیا گیاہے،جو گیس کا اختیار دیا گیاہے، آج کی حکومت نے weighted average cost of gas (wacog) کو ختم کردیاہے۔ 1973 کےآئین میں جو constitutional guarantees آپ کو دی گئی تھیں، اٹھارہویں ترمیم میں نہیں، وہ اختیارات ختم کیے گئے ہیں۔ وہ کس طریقے سے ختم کیے گئے ہیں، وہ کیوں ختم کیے گئے ہیں۔ تین صوبے جو گیس پیدا کرتے ہیں، ان سے وہ اختیار لیا گیاہے، weighted average cost of gas کا فائدہ ایک صوبے کو دیا گیاہے۔ وہ کیوں دیا گیاہے؟ اگر وزیر صاحب اس کے متعلق بھی کچھ کہنا فرمائیں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ معزز سینیٹر ذیشان خانزادہ۔

Senator Zeeshan Khan Zada

سینیٹر ذیشان خانزادہ: شکریہ، جناب چیئرمین! مشتاق صاحب نے بڑی اچھی تحریک پیش کی ہے۔ اس پر میں دو باتیں کروں گا۔ جو انہوں نے بات کی ہے کہ بے شک عوام کو تو تکلیف ہے ہی لیکن میں محسن عزیز صاحب کی بات کو بھی endorse کرتا ہوں کہ private sector کو اس وقت جو نقصان ہورہاہے، گیس کی قیمتیں بھی زیادہ ہیں اور بجلی کی قیمتیں بھی ساتھ میں ہیں، اس کے علاوہ interest rates 25 to 30% تک پہنچ گئے ہیں۔ کاروبار کرنے والوں کو بجلی کا بل بھی ادا کرنا ہوتاہے، اس کے بعد اگر ان کی کوئی بچت ہوتی ہے، پھر ان کو interest rate بھی دینا ہوتاہے۔ ان کے پاس کچھ بھی نہیں بچتا۔ ایسے حالات میں وہ کیسے کاروبار کریں؟ عوام کے پاس اگر

کسی گھر میں بجلی کا بل زیادہ جاتا ہے، اس کا اتنا نقصان نہیں ہوتا لیکن اگر کوئی factory بند ہوتی ہے، اس سے جو لوگ بے روزگار ہوتے ہیں، اس کا معاشرے میں زیادہ نقصان ہوتا ہے۔

جناب چیئرمین! اس پر بات ہونی چاہیے۔ اس وقت private sector کا ایک ہی مطالبہ ہے کہ ان سے بجلی کی اصل قیمت charge کی جائے مثال کے طور پر اگر 32 روپے بنتے ہیں، اسی رقم کو charge کریں لیکن مختلف losses اور مختلف قسم کے taxes جو ان کے بجلی کے بل میں آتے ہیں، ان کا تو کوئی قصور نہیں ہے، کم از کم ان سے یہ charge نہ کیے جائیں کیونکہ انہوں نے local market میں compete کرنا ہوتا ہے، international market میں compete کرنا ہوتا ہے۔

جناب چیئرمین! وہ چین کی مثال دیتے ہیں۔ چین نے اگر بیس، پچیس سال ایک بڑا ڈیم، Three Gorges Dam کو بنانے میں لگائے ہیں، وہ ڈیم بننے کے بعد انہوں نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اپنے عوام کو بجلی دے کر charge کی اور اپنی صنعت کو مفت بجلی دی۔ آج اگر چین کھڑا ہے تو اس بات پر کھڑا ہے۔ اگر آج دنیا میں چین کا نام ہے، ان کی صنعتیں چلتی ہیں تو انہوں نے ایسی پالیسیاں بنائیں۔ جناب چیئرمین! کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ہماری پالیسیاں، ابھی تو نگران حکومت ہے، ان سے ہماری گزارش ہے کہ ہماری صنعتوں کو کچھ نہ کچھ relief دے دیں کیونکہ ان کو ہر جگہ بڑا نقصان ہو رہا ہے۔ آپ ان کو بجلی میں کوئی relief دیں لیکن ہماری long term policies کو بھی دیکھنا چاہیے کیونکہ کوئی بھی سیاسی حکومت آتی ہے تو ان کی long term policies پانچ سال کی ہوتی ہیں۔ پانچ سال میں نہ آپ کوئی ڈیم بنا سکتے ہیں اور نہ بجلی کے اچھے projects لے کر آ سکتے ہیں۔ پہلے ہمارے ملک میں بجلی کی کمی تھی، ہم coal projects لے کر آئے، جلدی جلدی منصوبے بنائے اور آج جو ہم دیکھ رہے ہیں، جو مہنگی بجلی ہمیں مل رہی ہے، وہ ان projects کی وجہ سے ہے۔ اگر آج ہم اس بات کو تسلیم کر لیں، جس حکومت نے بھی وہ projects لگائے ہیں، ہم یہ تسلیم کریں کہ ہاں ہم نے یہ غلطیاں کی تھیں اور یہ غلطیاں ہم دوبارہ نہ دہرائیں کیونکہ ان غلطیوں کی وجہ سے آج private sector کو نقصان ہو رہا ہے۔ امید ہے کہ وزیر صاحب ان باتوں پر غور کریں گے۔ بڑی مہربانی۔

جناب چیئرمین: جی معزز وزیر صاحب note کر رہے ہیں۔ جی ولید اقبال صاحب۔

Senator Waleed Iqbal

سینیٹر ولید اقبال: جناب چیئرمین! میں ایک چیز point out کرنا چاہ رہا ہوں، میرے دوست اور برادر عزیز جناب سینیٹر مشتاق صاحب نے جزوی بات کی، پوری بات نہیں کی۔ گیس کے consumer rates 194% بڑھائے گئے ہیں۔ Fixed monthly charges میں 3,900% اضافہ کیا گیا ہے جس کی وجہ سے چار مہینوں کے بعد sensitive price index یعنی inflation rate 40% سے top کیا ہے یعنی 42%, یہ مئی کے مہینے میں تھا۔ اس ماہ gas price increase سے ایک بار پھر gas 194% increase consumer rates کی ہے اور monthly charges 3,900% کی increase ہے۔ اس سے باسمتی چاول کی قیمت 80% بڑھی ہے، میدے کی قیمت 86% بڑھی ہے۔ ایک اچھی بات ہوئی ہے کہ سگریٹوں کی قیمت 95% بڑھی ہے لیکن باقی چیزوں کی 80, 90% قیمتیں بڑھی ہیں۔ میں دعا کرتا ہوں اور ہمارے نگران وزراء خود بھی دعا کریں کہ اللہ جلد الیکشن کرائے نہیں تو ان کو چھپنے کی جگہ نہیں ملے گی۔ ایک منتخب حکومت آئے۔ شکریہ۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: کامران صاحب، لازمی نہیں کہ ہر بات پر کھڑے ہو جائیں۔ تشریف رکھیں، وزیر صاحب کو جواب دینے دیں۔ Point of Order ہے ہی نہیں، کامران صاحب، آج بات مان لیں، تشریف رکھیں۔ جی معزز وزیر برائے توانائی۔

Mr. Muhammad Ali, Caretaker Federal Minister for Energy

جناب محمد علی (نگران وفاقی وزیر برائے توانائی): شکریہ، جناب چیئرمین! اور شکریہ، تمام وزراء صاحبان۔ مشتاق صاحب، شکریہ کہ آج یہ موقع ملا کہ پٹرول، بجلی اور گیس، ان تینوں پر میں جواب دے دیتا ہوں۔ پہلے ہم پٹرول سے شروع کرتے ہیں۔ جناب! 15 اکتوبر کو پٹرول کی قیمت 40 روپے کم کی گئی تھی۔ جس طریقے سے دنیا میں اگر پٹرول کی قیمت اوپر جاتی ہے تو ہمارے یاں پٹرول کی قیمت اوپر جاتی ہے اور اگر انٹر نیشنل مارکیٹ میں قیمت نیچے آتی ہے تو ہمارے یاں بھی نیچے آتی ہے۔ جس طریقے سے rupee dollar کے against behave کرتا ہے، وہ اس سے linked ہے۔ اس میں حکومت اپنا کوئی discretion یا اختیار استعمال نہیں کرتی۔ جس طریقے سے دنیا میں پٹرول کی قیمت move ہوتی ہے، ویسے ہی یہاں پٹرول کی قیمت move ہوتی

ہے۔ اگر آپ دیکھیں تو اس وقت بھی پاکستان میں پٹرول بنگلادیش اور انڈیا کے مقابلے میں سستا ہے۔ یہ ہماری حقیقت ہے اور آپ پٹرول کی قیمت کو compare کر سکتے ہیں۔

جہاں تک بجلی کا سوال ہے، بجلی کی جو قیمتیں ہیں، کچھ ہمارے پڑوسی ممالک کے مقابلے میں پاکستان میں زیادہ ہیں، یہ بات آپ بالکل صحیح فرما رہے ہیں۔ اگر ہم اس کی وجوہات دیکھیں تو جناب! ماضی میں پچھلے کوئی بیس سالوں میں ملک میں جو power plants setup ہوئے ہیں لیکن ہم نے transmission اور distribution میں investment نہیں کی ہے، آج ہم 40,000 MW بجلی لگا چکے ہیں ماضی کی بیس سالوں میں پالیسیوں کی وجہ سے، جبکہ transmission میں ہمارے پاس صرف 26,000 MW تک transmit کرنے کی capacity ہے۔ جنوب میں ہمارے پاس سستی بجلی ہے لیکن ہم اس کو شمال میں بھیج نہیں سکتے۔ جناب والا! یہی کچھ ایسی وجوہات ہیں جن کی وجہ سے آج ملک میں بجلی مہنگی ہے۔ یہ تو تھی پہلی بات۔

دوسری بات یہ ہے کہ بجلی کی قیمت جو بڑھائی جاتی ہے یا جو adjust ہوتی ہے وہ سال میں ایک مرتبہ ہوتی ہے جو کہ اس سال جولائی میں کی گئی تھی۔ یہ impact جو کہ Rs.5.75 کا تھا جولائی کے بل میں آجانا چاہیے تھا، جو کہ یہ جولائی میں نہیں آیا اور نگراں حکومت کے آنے کے بعد اگست میں یہ آیا۔ اس لیے دو ماہ کا بل ایک ساتھ consumer کو بھیجا گیا تھا۔ اس کے بعد اگر آپ نے نوٹ کیا ہو تو اس کے بعد بجلی کی prices normalize ہو گئی ہیں۔ اس ایک price increase کے علاوہ ہر ماہ جو fuel adjustment ہوتی ہے وہ اوپر کی طرف بھی ہوتی ہے اور نیچے بھی ہو سکتی ہے اور quarterly adjustment ہر تین ماہ بعد ہوتی ہے۔

جناب والا! اس وقت پاکستان میں بجلی کی قیمت جو غریب عوام سے یا lower income class سے charge ہو رہی ہے، وہ 42 روپے ہے۔ پہلی بات ہمارا بجلی کا یونٹ 90 روپے تو پورے پاکستان میں کہیں پر بھی نہیں ہے۔ اگر کہیں ہے تو آپ مجھے بتا دیں۔ ہاں جو ہماری protected category ہے اس کو 42 روپے charge نہیں ہوتا، اس کو 14, 15 روپے کے حساب سے charge ہوتا ہے۔ ماضی میں بھی اور اب بھی ہم protected category کو بجلی سستے rate پر دیتے ہیں۔

پھر ایک بات اور یہ ہے کہ بجلی میں ایک بہت بڑا مسئلہ یہ بھی ہے کہ ایک تو ہمارے ماضی میں کیے گئے contracts ہیں اور دوسرا مسئلہ چوری کا ہے، جن کو ہم line losses and electricity theft کہتے ہیں۔ پھر ایک اور مسئلہ بھی ہے کہ ہمارے ہاں بہت سے لوگ بجلی کا بل بھی نہیں دیتے جیسا کہ آپ کے علم میں بھی ہے۔ آپ نے یہ دیکھا ہوگا کہ نگراں حکومت کے آنے کے بعد جتنی زور و شور کے ساتھ ہم بجلی کی چوری اور recovery کے لیے یہ campaign چلا سکتے تھے وہ ہم چلا رہے ہیں۔ چاروں صوبوں کے وزراء اعلیٰ، Chief Secretaries, law enforcement agencies, police, Ministry and DISCOs سب اس میں involved ہیں اور ہم daily basis پر اس پر صبح سے رات تک کام ہو رہا ہے۔ پچھلے ڈیڑھ ماہ میں تقریباً 46 ارب روپے کی direct recovery and indirect recovery ہو چکی ہے۔ میرے خیال میں پاکستان کی تاریخ میں یہ پہلی مرتبہ ہوا ہے کہ اتنے بڑے level پر یہ crackdown ہوا اور اس سے 46 ارب روپے کا impact ہوا ہے۔ اگر آپ چاہیں گے تو ہم آپ کے ساتھ یہ numbers share بھی کر لیں گے کہ پچھلے سال کے مقابلے میں اس سال ہمارے line losses پچھلے ڈیڑھ ماہ کے کم ہیں اور recovery زیادہ ہے۔ ہم آپ کے ساتھ DISCOs-wise بھی یہ numbers share کر سکتے ہیں

آخر میں gas price ہے۔ جناب والا! 2013 کے بعد سے پچھلے دس سالوں میں پاکستان میں gas price adjust ہی نہیں ہوئی ہے۔ حکومت کو جتنی cost آتی ہے، ہم وہ بھی recover نہیں کر پاتے ہیں۔ اس وقت Sui Northern and Sui Southern 858 billion rupees کا نقصان جمع کر چکے ہیں اور gas sector کا جو total loss اب تک ہو چکا ہے وہ 2100 ارب روپے کا ہے اور اس 2100 ارب کے نقصان کو ہم نے کہیں نہ کہیں سے ادا کرنا ہے۔ اب ہم اگر یہ gas price آج بھی نہیں بڑھائیں گے تو جو سالانہ ہمارا نقصان ہے 400 ارب روپے کا، اگر آپ اس کو نہیں بڑھائیں گے تو یہ 2100 ارب روپے کی بجائے 2500 ارب روپے کا ہو جائے گا۔ اس کے بعد پھر یہ 3000 ارب روپے ہو جائے گا۔ اس وقت بھی یعنی یہ gas price adjust کرنے کے بعد بھی آپ جو LNG import کرتے ہیں تو یہ آپ کو 3600 روپے فی یونٹ پڑتی ہے اور پاکستان سال میں بے تحاشہ

LNG باہر سے منگواتا ہے کیونکہ ہم نے ماضی میں اس کی prices adjust نہیں کیں اور جب یہ prices adjust نہیں کیں تو system میں سالانہ 300 سے 400 ارب روپے کا نقصان ہوا جس کی وجہ سے ہم نے oil and gas companies کو payment نہیں کی۔ پچھلے دس سالوں میں 09 companies پاکستان چھوڑ کر جا چکی ہیں، اس oil and gas exploration کی وجہ سے۔ جب oil and gas exploration نہیں ہوتی تو اس سے ہمارا import bill بڑھتا ہے۔ اگر آپ یہ price نہ بڑھاتے تو آنے والے وقت میں اور زیادہ مشکلات ہوتیں۔ آج ہم جو 3600 روپے کے حساب سے LNG منگواتے ہیں تو ہم protected category سے charge کرتے ہیں 3600 روپے فی یونٹ کے against 121, 150, 200 and 250 روپے فی یونٹ اور یہ protected category کے لوگوں کا تناسب ملک میں 57% ہے۔ اس price increase کے باوجود 57% لوگوں کو ہم ان rates پر charge کرتے ہیں۔

پہلے ہمارے پاس 02 choices تھیں۔ یا تو ہم ان کا rate بڑھا دیتے، جس سے ان کو نقصان ہوتا۔ ہم نے یہ کیا کہ ان پر جو 10 روپے کا fixed line rent تھا اس کو ہم نے 400 روپے پر fixed کیا۔ اب کہنے کو تو جب یہ 10 روپے سے 400 روپے increase ہوتا ہے تو جیسا ہمارے ایک ساتھی نے کہا کہ یہ 3900% increase ہو گئی لیکن یہ 3900% کا number تھوڑا سا misleading ہے کیونکہ اس کی 10 روپے کی base ہے لیکن ہم نے 57% لوگوں پر 400 روپے کا impact ڈالا ہے۔ اس سے کم impact میرے خیال میں ناممکن تھا۔ اگر آپ کرتے تو پھر کسی اور پر زیادہ impact ہوتا۔

ایک اور بات جو ہم نے ذہن میں رکھنی ہے جو ہم natural gas کی بات کر رہے ہیں یہاں پر اس ایوان میں، جناب والا! یہ گیس صرف شہروں میں مہیا ہوتی ہے۔ یہ گیس پاکستان کی صرف 30% عوام کے پاس ہے۔ 70% پاکستان کے عوام جو دیہاتوں میں رہتے ہیں ان کے پاس یہ گیس نہیں ہے۔ وہ لوگ LPG استعمال کرتے ہیں جو کہ بہت مہنگی ہے۔ جو لوگ گاؤں میں رہتے ہیں وہ مہنگی LPG خریدتے ہیں اور جو شہروں میں لوگ رہتے ہیں وہ سستی گیس خریدتے ہیں۔ ہم پچھلے 50, 60 برسوں سے اس ملک میں یہی کر رہے ہیں۔ اب آپ بتا دیں کہ کیا آپ یہی چاہتے

ہیں کہ آنے والے وقتوں میں بھی ان لوگوں کو مہنگی LPG دیں جو گاؤں میں رہتے ہیں اور ان لوگوں کو سستی گیس دیں جو شہروں میں رہتے ہیں؟ Protected category کے لیے ہم نے صرف 390 روپے ہر مہینے گیس کی قیمت بڑھائی ہے۔ اس کے بعد جس جس طریقے سے income level بڑھ رہا ہے، جیسے جو middle class ہے تو ہم نے اس پر تھوڑا impact بڑھایا ہے اور جو امیر طبقہ ہے اس پر ہم نے highest impact دیا ہے۔ ہم نے income level کے حساب سے gas prices بڑھائی ہیں۔ اگر پاکستان یہ 400 ارب روپے recover نہیں کرے گا تو اس سے آپ کو نقصان ہوگا، اس سے آپ کی borrowing بڑھے گی، اس سے آپ کی interest cost بڑھے گی۔ لہٰذا ان تمام وجوہات کی بنا پر اور پھر ہم IMF Programme میں بھی ہیں تو اس کو بڑھانا ہماری مجبوری تھی اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بیان کرنا بھی ضروری ہے کہ یہ ملک کے لیے بھی بہت ضروری تھا کیونکہ ہمیں ملک کے لیے یہ نقصانات بند کرنے ہوں گے۔ ورنہ ہم اسی طریقے سے یہ نقصانات کرتے رہیں گے اور ہماری borrowing بڑھتی رہے گی اور interest cost بھی بڑھتی رہے گی۔ شکریہ۔

Mr. Chairman: Motion has been talked out. Yes, honourable Senator Manzoor Kakar Sahib.

Point of Public Importance raised by Senator Manzoor Ahmed regarding issue of repatriation of Afghan refugees at Chaman, Balochistan

سینیٹر منظور احمد: جناب چیئرمین! یہاں پر ہمارے دوست بلوچستان سے آئے ہوئے ہیں پرلت سے جس کو ہم افغان بارڈر بھی کہتے ہیں۔ اس میں تمام پارٹیاں اور Chamber of Commerce کے دوست آئے ہیں۔ اس وقت ایک issue چل رہا ہے بلوچستان میں اور خاص طور پر افغان بارڈر پر جس کو پرلت کہتے ہیں۔ تقریباً ایک یا ڈیڑھ مہینے سے وہاں پر لاکھوں کی تعداد میں لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ اسے دھرنا بھی کہہ سکتے ہیں اور وہ اپنے حقوق کے لیے وہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ دو، تین دن پہلے چمن بارڈر پر جتنے بچے تھے وہ بھی ایک rally کی شکل میں وہاں پر نکلے۔ جناب چیئرمین! وہاں پر ایسا پہلی مرتبہ ہوا ہے۔ جناب چیئرمین! یہاں پر کچھ تھوڑی سی confusion ہے، جو سمجھ نہیں آ رہی ہے یا وہ ہمیں سمجھا نہیں پا رہے ہیں۔ اگر ہم افغان بارڈر کو

لیں جو کہ ہماری Durand line ہے، اس کے دوسری طرف جو زمینیں ہیں یا اس طرف جو لوگ رہتے ہیں۔۔۔

جناب چیئرمین: امور خارجہ کے وزیر صاحب بھی آ گئے ہیں۔

سینیٹر منظور احمد: اس میں ایک بھائی جو افغان ہے وہ چمن میں رہتا ہے اور دوسرا بھائی بارڈر کی دوسری طرف رہتا ہے۔ جناب چیئرمین! یہ ابھی سے نہیں ہے، یہ تو ہماری تاریخ ہے اور پچھلی کئی صدیوں سے جو لوگ یہاں پر رہ رہے ہیں، جب یہ Durand line نہیں تھی، تب بھی لوگ یہاں پر رہ رہے تھے اور جب Durand line وجود میں آئی تو دو بھائی اس طرف چلے گئے اور دو بھائی اس طرف آ گئے۔ پھر غمی خوشی میں ایک سے دوسری جگہ جانا ضروری ہوتا ہے۔ اس میں صرف ایک clarity ہے کہ جو چمن کے رہائشی ہیں، میں افغان مہاجرین کی بات نہیں کر رہا ہوں، میں صرف چمن کے رہائشیوں کی بات کر رہا ہوں، پاسپورٹ کے حوالے سے ہم یہ کہتے ہیں کہ ان کو وہاں سے نکالا جائے۔ کیونکہ یہ یہیں کے لوگ ہیں اور وہ یہیں رہتے ہیں۔ دوسری طرف تو اس کا بھائی رہتا ہے۔ جو یہاں کا شہری ہے اس کے پاس تو یہاں کا شناختی کارڈ ہے وہ تو یہاں کا لوکل ہے۔ اس کی یہاں پر زندگی ہے، کاروبار ہے۔ پاسپورٹ بالکل ہونا چاہیے لیکن ان کے لیے جو افغان مہاجرین ہیں۔ جن کا ملک افغانستان ہے۔ وہ جب بھی یہاں آئیں اپنا پاسپورٹ استعمال کریں۔ یہاں پر جو لوگ رہتے ہیں ان کو پاسپورٹ سے مستثنیٰ کیا جائے۔ جیسے پہلے چل رہا تھا۔ یہاں پر تقریباً بیس، پچیس یا تیس ہزار لوگ روزانہ آتے جاتے ہیں۔ ان لوگوں کا تو کاروبار ہے۔ وہ کوئی اسمگلنگ نہیں کرتے۔ ہم نے اس کو اسمگلنگ کا نام دیا۔ اگر یہاں سے کوئی منشیات لاتا ہے، کوئی اسلحہ لاتا ہے تو وہاں پر ہمارے ادارے اور ایجنسیاں موجود ہیں، وہ بیشک ان کے خلاف کارروائی کریں۔ ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے اور نہ ہونا چاہیے۔ چمن کے مقامی لوگ بھی یہی چاہتے ہیں تاکہ یہ کاروبار اور روزگار چلتا رہے۔ ہم ان کو معاشی موت نہ دیں۔ اگر ہم ان سے یہ نوالہ یا روزگار چھین لیتے ہیں تو وہ کیا کریں گے؟ کیا بلوچستان میں کوئی فیکٹری ہے؟ بلوچستان میں کیا کوئی اور روزگار ہے؟ وہاں پر زراعت کے حالات تو آپ سب کے سامنے ہیں۔ وہاں پر drought تھا، پانی نہیں ہے، سب کے باغات اور فصلیں تباہ ہو گئی ہیں۔ جناب چیئرمین! اس کے ساتھ ساتھ جو مالداری تھی، جو مویشی تھے، وہی ایک روزگار تھا وہ بھی نہیں ہے، جہاں پر بارشیں نہ ہوں، پانی نہ ہو تو وہ بھی ختم۔ ہم کب تک حکومت پر rely کریں

گے، کب تک ہم اپنے بچوں کو روزگار دیتے رہیں گے کیوں؟ ہمارے پاس کوئی اور مواقع نہیں ہیں۔ اگر ہم اس وقت ان کے بچوں کے منہ سے یہ بھی نوالہ چھین لیتے ہیں تو یہ شاید اللہ نہ کرے کسی اور رستے پر نکلیں۔ اگر ہم ان کے بچوں کو بھوکا ماریں گے تو لازمی پھر اس کا reaction آئے گا، آئیں بیٹھیں مل کر اس پر کام کریں اور سوچیں۔ اگر میں ایران border کی بات کروں، یہاں پر بجلی گیس کی بات ہوئی، ہم وہاں سے بجلی بھی لے رہے ہیں، ہم وہاں سے گیس بھی لے رہے ہیں اگر وہاں سے ڈیزل یا پٹرول آتا ہے تو اس پر ہم پابندیاں لگاتے ہیں، اس کے لیے ہم کوئی mechanism کیوں نہ بنائیں؟ اگر ہم اس کے لیے mechanism بنائیں تو اس سے بھی لاکھوں گھرانوں کا روزگار وابستہ ہے۔ اتنی عجلت میں اگر ہم کرنے جائیں گے تو یہ بہت ساری چیزیں ہمارے سامنے آئیں گی۔ اگر وہاں سے ایک tanker نکلتا ہے، جب وہ tanker بلوچستان کی حدود یا بلوچستان سے باہر جاتا ہے تو وہ لاکھوں اور ہزاروں روپے دیتے ہیں، راستے میں کتنی check posts ہیں؟ اگر ہم اس کے لیے کوئی ایسا mechanism بنائیں کہ فی truck or tanker سے جو پیسے ملیں وہ سرکار کے کھاتے میں جائیں، سرکار کے لیے revenue ہو ناکہ لوگوں کی جیبوں میں جائیں۔ اس سے کم از کم لوگوں کے لیے روزگار بھی ہوگا، ان کا روزگار بھی چلے گا اور وہاں پر جو system ہے، وہاں پر جو لوگ ہیں وہ بھی خوشی محسوس کریں گے۔ ہمیں اس حوالے سے سوچنا چاہیے، جو پرلت کے حوالے سے ہے، جو border کے حوالے سے ہے، جیسے وزیر داخلہ صاحب بیٹھے ہوئے ہیں، ان کی کمیٹی ہو، کامرس ہو، FBR ہو اور کوئی اور بھی ادارہ ہو، ان سے مل کر ایک کمیٹی بنالیں، اس پر کام کریں جو ہمارے بھائی آئے ہوئے ہیں جو کمیٹی بنی ہوئی ہے، ان کے ساتھ ان کے بھی ممبرز اس میں شامل ہوں، اس کو کمیٹی میں refer کردیں۔ جناب چیئرمین! یہاں پر ابھی ایک resolution آئی، یہ بالکل زبردست ہے، اس میں کوئی بھی شک نہیں، مہنگائی کے حوالے سے، اس ملک کے حوالے سے، اس 22 کروڑ عوام کے حوالے سے ہمیں اس پر بھی سوچنا ہوگا اور غور کرنا ہوگا۔ یہاں پر وزیر صاحب نے بہت اچھی تفصیل دی اس میں کوئی شک نہیں۔ یہاں پر IMF کی بات ہوئی، ہم IMF کے پاس جاتے ہیں، پہلے یہاں پر لوگ کہتے تھے کہ ہم IMF کے پاس نہیں جائیں گے، IMF کو چھوڑ دو لیکن پھر بھی لوگ IMF کے پاس چلے گئے تھے۔ یہ جو system چلا ہے، ہم نے اپنے ہر بچے کو ڈھائی سے تین لاکھ روپے مقروض کیا ہوا ہے۔ جب تک

75سالوں میں آپ کے پاس کوئی policy نہیں تھی تو لازمی پھر یہی ہوگا، یہ system پھر اسی طرح چلتا رہے گا۔ جناب چیئرمین! یہ system اسی طرح چلتا رہے گا، یہ چیز اسی طرح چلتی رہے گی، اس کے ساتھ ساتھ یہاں پر ہم کو آخرت بھی یاد آئی، ہمیں دین بھی یاد آیا، شکر ہے اللہ پاک کا اس میں کوئی شک نہیں ہم سب مسلمان ہیں، ہمیں آنا چاہیے۔ جس وقت آپ حکومت میں تھے، آپ پارٹیوں کے خلاف FIR درج کرواتے تھے، کیا ہمیں اسلام یہ درس دیتا تھا؟ اس وقت بھی یہی اسلام تھا، اس وقت بھی یہی دین تھا۔

جناب چیئرمین: شکریہ جناب۔

سینیٹر منظور احمد: اس وقت بھی یہی آئین تھا، جب آپ کسی کے خلاف، جب آپ کسی کی ماں بہنوں کے خلاف talk shows اور جلسوں میں بولتے تھے، اس وقت بھی یہی آخرت تھی، اس وقت بھی یہی دین تھا، اس وقت آپ کو یہ چیزیں کیوں یاد نہیں تھیں؟ کم از کم ہمیں double standard نہیں اختیار کرنا چاہیے، ہمیں اپنے بچوں کے لیے، اپنی youth کے لیے۔۔۔

جناب چیئرمین: شکریہ، معزز سینیٹر فدا محمد صاحب۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: چمن کے لیے وزیر صاحب بتائیں گے، فکر نہ کریں۔ جی سینیٹر فدا محمد صاحب۔

سینیٹر فدا محمد: (عربی) شکریہ، جناب چیئرمین! یہاں پر تو۔۔۔

(اس دوران ایوان میں اذان مغرب سنائی دی گئی)

جناب چیئرمین: جی فدا صاحب اذان بھی ہو گئی اور نماز بھی ہے۔

Point of Public Importance raised by Senator Fida Muhammad regarding the extension in exemption of sales tax in erstwhile FATA and PATA

سینیٹر فدا محمد: شکریہ جناب چیئرمین! میں یہاں پر اس ایوان کے سامنے ایک بات رکھنا چاہتا ہوں، اس وقت لوگ کافی پریشان ہیں اور مشکل میں بھی ہیں، خصوصاً طور پر FATA and PATA کا جو merger ہوا تھا، اس میں June-2023 تک extension ہے، اس کے بعد اس میں ایک سال کا extension دیا گیا لیکن اس وقت صوبائی اسمبلی نے ایک بل پاس کیا تھا اور

انہوں نے June-2028تک متفقہ طور پر extendکیا تھا۔ ابھی وہاں پر ایک عجیب قسم کے حالات شروع ہیں، پچھلے ہفتے میں وہاں پر check postsبنادی گئی ہیں، ہمارے colleaguesنے یہ بات آپ کے اور ایوان کے سامنے بھی رکھی ہے، خصوصاً طور پر FBRکی وہاں پر ایک اور بھی دکان داری شروع ہو گئی ہے اور وہاں پر بغیر پوچھے لوگوں کو اعتماد میں نہ لیتے ہوئے check postsبنادی گئی ہیں، پکڑ دھکڑ، notices اور اس قسم کی کارروائیاں ہو رہی ہیں۔ آپ دیکھیں وہاں پر حالات کیا ہیں؟ یہ سب کچھ آپ کے سامنے تھا کہ خصوصاً طور پر میں مالاکنڈ ضلع کے حوالے سے بات کر رہا ہوں، 2005 میں آپ کو یاد ہوگا وہاں پر جو زلزلہ آیا تھا، اس میں کتنی تباہی ہوئی اور اس میں کتنے لوگ شہید ہوئے، اس کے بعد 2008-2009 میں وہاں پر دہشت گردی کی لہر میں لوگوں نے ہجرت کی، اس وقت سب سے بڑی ہجرت ہوئی تھی اور اس میں کم و بیش 80ہزار لوگ شہید ہوئے تھے، اس میں forcesکے لوگ بھی تھے، Leviesاور پولیس کے بھی تھے اور public بھی تھی لیکن آج تک اس ایوان کے نظر، لیکن آج تک ان 80 ہزار شہیدوں کے بچوں کے لیے کسی نے نہ سوچا ہے اور نہ کوئی ایسا programmeایوان میں پیش کیا کہ ان کے لیے کیا کرنا ہے؟ ان کی education اور ان کی healthکے لیے کیا کرنا ہے، -2008 2009 تو چلا گیا۔ جناب چیئرمین! میں آپ کی توجہ چاہتا ہوں، پھر بدقسمتی سے 2010 میں ایک سیلاب آیا اور اس سیلاب سے وہاں پر جتنے نقصانات ہوئے، جتنے لوگ بے گھر ہوئے، اس میں کتنے لوگ شہید ہوئے، اس کے ساتھ ساتھ آج تک وہاں پر کوئی بھی stabilityنہیں ہے۔ اُن علاقوں کے لوگ معاش کی وجہ سے، غربت کی وجہ سے poverty line سے نیچے زندگی گزار رہے ہیں۔ آج ان حالت میں وہاں کے عوام کے پاس اگر تھوڑا بہت روزگار چل بھی رہا ہے اور جس کی بنا پر لوگ اپنا گزر بسر کر رہے ہیں، جناب عالی ہو کیا رہا ہے؟ آج حکومت کی ان پالیسیوں کی وجہ سے اور FBRکے عوام کے ساتھ ناروا سلوک اور رویے کی وجہ سے، اُن علاقوں کے عوام سے اُن کا روزگار لیا جارہا ہے اور اُس کو آئے دن ختم کیا جارہا ہے۔

میں آپ کے توسط سے تمام چیزیں، اس ایوان کے علم میں لانا چاہتا ہوں کہ اُن علاقوں میں non-custom paid cars ہیں اُن تمام لوگوں کے گھروں میں notices serve

کیے جارہے ہیں اور لوگوں کے گھروں میں جا جا کر کہا جارہا کہ آپ ان گاڑیوں کو حکومت کو جمع کروا دیں۔

جناب! حکومت کے ان اقدامات کی وجہ سے علاقے کے لوگ بہت بے روزگار ہو رہے ہیں۔ علاوہ ازیں، بجلی اور گیس کے حوالے سے جو باتیں کی جارہی ہیں۔ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ آج تک اُن علاقوں کو exemption حاصل تھی، لیکن ہو کیا رہا ہے؟ آج بھی اُن لوگوں کے بلوں میں sales tax کی مد میں بجلی اور گیس کے بلوں میں وصولیاں ہو رہی ہیں۔

جناب چیئرمین! لہٰذا میری آپ سے یہی درخواست ہوگی آپ اس کو کمیٹی میں بجھوادیں۔ علاوہ ازیں! بلوچستان کا مسئلہ جس کا ایوان میں ذکر ہوا اسی سے مطابقت رکھتا ہے، مہربانی فرمائیں، آپ اس کو کمیٹی میں بجھوادیں۔ ہم کمیٹی میں ان معاملات کو دیکھ لیتے ہیں، جو طریقہ کار یہ لوگ اپنا رہے ہیں وہ ٹھیک نہیں، ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اس پر ایف بی آر کو بلائیں تاکہ اس کا کوئی حل نکل سکے۔ اس طرح کی طریقہ واردات جو کہ ایف بی آر عوام کے ساتھ جاری رکھے ہوئے ہے یہ بہتر نہیں ہے۔ آج عوام بہت پریشان ہیں اور یہ ملک کے لیے بھی بہتر نہیں ہے۔ آج لوگ نکل رہے ہیں۔ آج سیاست سے بالاتر ہو کر ہمیں سوچنا ہوگا۔ عوام ان معاملات پر متفق ہیں۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ایک میز پر بیٹھیں تاکہ اس کا کوئی بہتر حل نکل سکے۔ آپ کا بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: کیا آپ نے نماز ادا نہیں کرنی؟ اب ہم نماز کے لیے پندرہ منٹ کا وقفہ کرتے ہیں۔

(اس موقع پر نماز مغرب کے لیے پندرہ منٹ کا وقفہ کیا گیا)۔

(نماز مغرب کے وقفہ کے بعد ایوان کی کارروائی جناب چیئرمین (محمد صادق سنجرانی) کی زیر صدارت دوبارہ شروع ہوئی)

Mr. Chairman: Honourable Senator Bahramand Khan Tangi.

Point of Public Importance raised by Senator Bahramand Khan Tangi regarding ban on new gas connections in the country

سینیٹر بہرہ مند خان تنگی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ چیئرمین صاحب! میں اپنے point of public importance میں دو باتیں تفصیل سے کرنا چاہتا ہوں، چونکہ House میں منسٹر صاحب بھی بیٹھے ہیں اور آپ بھی ہیں، تو میں چاہتا ہوں کہ اس۔۔۔

جناب چیئرمین: ذرا تفصیل سے تھوڑا کم کریں۔

سینیٹر بہرہ مند خان تنگی: جی بالکل۔ اس وقت پاکستان کے چوبیس کروڑ عوام میں سے کروڑوں لوگ جن مشکلات سے دوچار ہیں، میں اس کو تفصیل سے بتانا چاہتا ہوں کہ یہاں پر آج دو بہت responsible منسٹر صاحبان بھی موجود ہیں۔ چیئرمین صاحب! آج سے تقریباً تین سال پہلے ہمارے domestic consumers, جو کہ ہماری general masses ہیں، انہوں نے sui gas meters کے لیے apply کرنا ہوتا تھا، انہیں پہلے دو سو روپے اور بعد میں چھ ہزار روپے جمع کروانے ہوتے تھے۔۔ چیئرمین صاحب! اگر آپ میری طرف دیکھیں اور متوجہ ہو جائیں تو مجھے مزہ آجائے گا۔

جناب چیئرمین: بہرہ مند خان تنگی صاحب! دو سو روپے تک میں سن رہا ہوں، آپ آگے بڑھیں۔

سینیٹر بہرہ مند خان تنگی: اس کے لئے ایک یا ڈیڑھ سال کے بعد چھ ہزار روپے جمع کرتے ہیں اور انہیں گیس کا meter provide کرتے ہیں اور گیس کنکشن دیتے ہیں۔ لیکن unfortunately تین سالوں سے پاکستان میں لاکھوں لوگوں نے کنکشن کے چھ ہزار روپے تو جمع کیے ہیں لیکن گزشتہ تین سالوں سے میٹر لگانے پر پابندی ہے۔ انہیں یا تو میٹر کی کمی کا سامنا ہے، یا پھر یہ provide نہیں کرتے ہیں۔ میں نے ان سے یہ بھی سنا ہے کہ اگر ہم عوام کو گیس کی facility دیتے ہیں تو ہمارا نقصان ہوتا ہے۔

چیئرمین صاحب! میری دونوں منسٹر صاحبان سے request ہے کہ جن لاکھوں لوگوں نے چھ ہزار روپے جمع کروائے ہیں، انہیں دو categories میں تقسیم کریں۔ جن لوگوں نے دو سو روپے جمع کروائے ہیں، بے شک انہیں بعد میں دے دیں۔ لیکن جن لوگوں نے چھ ہزار روپے جمع

کروائے ہیں، ان کو میٹر کی provision بہت ضروری ہے۔ آپ ان کے development sector میں ان کو line provide نہیں کر سکتے اور connections نہیں دے سکتے ہیں، اگر وہاں میٹر نہ ہوں تو پھر آپ اگر ان کو لائن دے بھی دیتے ہیں تو وہ کس مقصد کے لئے ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ ضرورت اس امر کی ہے کہ جن لاکھوں لوگوں نے تین سال پہلے چھ ہزار روپے جمع کروائے ہیں، ایسے لوگ پورے پاکستان میں دو تین لاکھ یا دس لاکھ ہوں گے آپ ان کو میٹر release کروادیں تاکہ ان کا فائدہ ہو سکے۔

چیئرمین صاحب! میں اس کی تھوڑی اور وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔ میرے بہت سے ساتھیوں نے یہاں IMF, IMF اور IMF کا رٹا لگایا ہوا ہے تاکہ وہ social media اور breaking news میں آ جائیں۔ ہمارا پاکستان IMF کی چھتری تلے چل رہا ہے۔ چیئرمین صاحب! میں سمجھاتا ہوں کہ ایسا نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جن کا جتنا ہاتھ چل سکتا ہے، وہ اتنا ہاتھ چلاتے ہیں۔ چاہے وہ سیاسی چال ہو، چاہے اخلاقی چال ہو یا پھر financial چال ہو۔ ہر آدمی نے اس ملک کے ساتھ اور اس کے اداروں کے ساتھ تہیہ کیا ہے کہ ہم کریں گے۔ دودھ میں chemical ملا دیں، کیا یہ IMF نے کہا ہے؟ کیا گوشت میں پانی ملانے کے directives IMF کے ہیں؟ کیا بجلی چوری کے directives IMF کے ہیں؟ کیا ڈالر کی چوری IMF کے directive پر ہوتی ہے؟ کیا IMF کہتا ہے کہ smuggling کریں؟ کیا پاکستان میں دہشت گردی کے لیے IMF کے directives آتے ہیں؟ چیئرمین صاحب! اگر یہ directives نہیں آتے تو آج اس House میں یہ فیصلہ کریں کہ ہم سب لوگ we all are responsible اس ملک کے لیے، ان اداروں کے لیے، اس ملک کے مضبوطی کے لیے، اس پارلیمان کی مضبوطی کے لیے، یہ ہمیں کرنا چاہیے۔ لیکن اگر پارلیمان میں ہم legislators کھڑے ہو کر پاکستان کے قانون کو ایک طرف رکھتے ہیں اور پاکستان کے قانون کو نہیں مانتے، ہم political scoring کے لئے یا personal popularity کے لیے speeches کرتے ہیں تو I think this is not acceptable.

چیئرمین صاحب! میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت security forces کے ساتھ، اداروں کے ساتھ، پاک فوج کے ساتھ، باقی اداروں کے ساتھ جو ہمارے ارد گرد ڈالر سمگلر بیٹھے ہیں،

اگر ہمارے ارد گرد illegal لوگ بیٹھے ہیں جو ہمارے businesses پر قابض ہیں، اگر ہمارے ارد گرد لوگ بجلی چوری میں involve ہیں۔ کیا کسی نے آج تک یہ کوشش کی ہے کہ اداروں کو inform کرکے یہ تمام information انہیں دے دیں۔ یا تو وہ میرے محلے والا ہوگا، یا وہ میرا دوست ہوگا، یا وہ میرا رشتہ دار ہوگا، یا ان کے ساتھ میری partnership ہوگی، تو میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم اداروں کے ساتھ تعاون نہیں کرتے ہیں، اگر ہم اداروں کو strengthen نہیں کرتے ہیں، اگر ہم illegal لوگوں کی بات نہیں کر سکتے، اگر ہم سمگلر، ڈالر چوروں اور بجلی چوروں کی بات نہیں کر سکتے ہیں تو چیئرمین صاحب یہ بتائیں کہ یہ ملک کیسے چلے گا۔

ایک طرف ہم کھڑے ہو کر یہ کہتے ہیں کہ پاکستان کمزوری کی طرف جا رہا ہے۔ دوسری طرف ہم یہ بھی کہہ رہے ہیں ادارے اپنا role play نہیں کرتے۔ تیسری طرف جب دھماکے ہوتے ہیں تو ہم اداروں کو involve کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ چیئرمین صاحب! اگر ہم ان اداروں کو اپنا نہیں سمجھیں گے، اس ملک کو ہم اپنا نہیں سمجھیں گے، اگر اس ملک کی ترقی ہم نہیں چاہیں گے، اداروں کو مضبوط نہیں دیکھنا چاہیں گے، تو پھر کون دیکھنا چاہے گا۔ وہ کون سا فورم ہے جہاں ہم اداروں کی مضبوطی کی بات کریں؟ وہ کون سا فورم ہے جہاں ہم پاکستان کی مضبوطی کی بات کریں؟ یہ ہے وہ House جو ایوان بالا ہے۔ اس وقت نگران setup ہے لیکن ایک House ہے جو کہ سینیٹ ہے۔

ہمیں چاہیے کہ ہم ان اداروں کو support کریں۔ ہم ان تمام illegal activities کے حوالے سے اداروں کو inform کریں۔ ان کو support کریں۔ اگر ہماری گلی اور محلوں میں، اگر ہماری مارکیٹوں میں، اگر ہمارے جاننے والوں میں وہ لوگ جو ڈالر کی smuggling میں ملوث ہیں، دہشت گردی میں ملوث ہیں، کرائم میں ملوث ہیں، بجلی چوری میں ملوث ہیں، تو میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں ایسے اشخاص کے متعلق اداروں کو inform کرنا چاہیے۔ تب ہم اپنی moral, professional and political responsibility پوری کرتے ہیں۔ اگر میں پاکستان کو own کرتا ہوں اور اپنے پانچ مرلے کے گھر کو محفوظ دیکھنا چاہتا ہوں تو میرے گھر کا تحفظ تب ممکن ہوگا جب میرا پاکستان محفوظ ہوگا۔ اگر میرا پاکستان محفوظ نہیں رہے گا تو میرا پانچ مرلے کا گھر محفوظ نہیں رہ سکتا۔ جناب چیئرمین! میں بطور legislator and

Senator of Pakistan People's Party سمجھتا ہوں کہ جب یہ ملک مضبوط ہو گا، جب ادارے مضبوط ہوں گے، جب ہم اداروں کو support کریں گے تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہم سب مضبوط ہوں گے۔ آخر میں، اگر ہم افواج پاکستان کی بات کرتے ہیں تو ہمیں کہا جاتا ہے کہ یہ GHQ سے آ گیا ہے۔ اگر ہم security forces کی بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ Gate No.4 کا بندہ ہے اگر ہم اداروں کی مضبوطی کی بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ ان کا آدمی ہے۔ اگر وہ اپنے خون سے ہمارے ملک اور ہمارے بچوں کے مستقبل کو محفوظ بنانا چاہتے ہیں تو وہ کن کے بچے ہیں؟ وہ ہم سب کے بچے ہیں، وہ پاکستان کے بچے ہیں، یہ ادارے پاکستان کے ہیں، یہ ادارے اس ایوان کے ہیں۔ خدا کے لیے political scoring سے باہر نکل کر اداروں کی مضبوطی کے لیے اداروں کے ساتھ تعاون کریں اور پاکستان کی مضبوطی کے لیے اس ایوان میں ایسی باتیں نہ کریں جس سے پاکستان یا اس کے ادارے کمزور ہوتے ہوں۔ شکریہ جناب۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ سینیٹر پروفیسر ڈاکٹر مہر تاج روغانی صاحبہ۔ میڈم آپ کو سنے بغیر میں آج گھر ہی نہیں جاؤں گا۔

Point of Public Importance raised by Senator Prof. Dr. Mehr Taj Roghani regarding the alarming numbers of Maternal and Neonatal Mortality Rates in the country

سینیٹر پروفیسر ڈاکٹر مہر تاج روغانی: بہت شکریہ، جناب چیئرمین! آپ ہمیشہ کہتے ہیں کہ میں health کی بات کرتی ہوں لیکن جناب چیئرمین میں بیٹھی رہتی ہوں اور سنتی رہتی ہوں کہ شاید کوئی نہ کوئی health کی بات کرے گا لیکن جب کوئی بات نہیں کرتا تو میں آخر میں کھڑی ہو جاتی ہوں اور مجھے اس بارے میں بولنا پڑتا ہے۔

جناب چیئرمین! میں ایک یا ڈیڑھ منٹ لوں گی۔ Maternal (MMR) Mortality Rate 186 per 100000 یہ کووڈ میں نہیں ہوا، مطلب اتنی مائیں during birth زچگی، بچگی میں مرتی ہیں، یہ post COVID کا ہے۔ جب ایک بچہ 30 دنوں تک کا ہوتا ہے تو اسے neonate کہتے ہیں، 2023 کا neonatal mortality rate 41 per 10000 deaths ہیں، یہ 2023 کے ہندسے ہیں which is one

under five years اور جناب چیئرمین of the highest in the world mortality 67 per 1000 یہ بہت ہی خطرناک figures ہیں،
it's one of the highest in the world, both of these.

جناب چیئرمین! ہم MDGs میں بری طرح سے فیل ہو گئے ہیں اس کے بعد ہم نے کیا کیا کہ we are signatory to SDGs now اور 2030 تک ہم اس کے signatory ہیں۔ اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ ہم ہمیشہ کہتے ہیں کہ فنڈز کی کمی ہے، ایسا نہیں ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ (MNCH) Maternal Neonatal Child Health میں وفاق کو بھی اور صوبوں کو بھی پورا پیسا آتا ہے۔ دوسرا UNFPA کا پیسا بھی پورا آتا ہے جو family planning کا ہے۔ جب پورا پیسا آتا ہے اور ہم کہتے ہیں کہ فنڈز کم ہیں تو بات کیا ہے۔ جب میں نے اسے check کیا تو ہم professionals کو training بھی صحیح دیتے ہیں۔ جب training بھی ہے، پیسا بھی ہے، then where did we go wrong or what went wrong? کیا ہوا؟ جناب چیئرمین! آپ مجھے دو منٹس دیں۔

جناب چیئرمین! میں آپ کے توسط سے کہنا چاہتی ہوں کہ MNCH and UNFPA والے Health Committee میں آئیں اور ہمیں بتائیں کہ last five years میں کتنا fund آیا ہے، انہوں نے کہاں کہاں خرچ کیا ہے اور اس کا impact کیا ہے؟ براہ مہربانی یہ کمیٹی کو بھجوادیں۔

جناب چیئرمین: سینیٹر محمد ہمایوں مہمند صاحب اسے کمیٹی میں take-up کرلیں، آپ کیا کر رہے ہیں، میری بات سنیں۔ سینیٹر نواب زادہ عمر فاروق صاحب۔

Point of Public Importance raised by Senator Umer Farooq regarding the situation at Chaman Border against the new Passport/ Visa Policy and issues faced by the locals thereof

سینیٹر عمر فاروق: شکریہ، جناب چیئرمین! میں سب سے پہلے اس روز کی resolution پر بات کروں گا۔

جناب چیئرمین: نواب زادہ صاحب وہ chapter اب ختم ہو گیا ہے، میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ اس مسئلے پر بات کریں جس پر باقی ساتھی بات کر رہے ہیں۔ شکریہ۔ آگے چلیں۔

سینیٹر عمر فاروق: جناب چیئرمین! ہمارے دوست چمن سے آئے ہیں۔ اس بارے میں ہم نے پہلے بھی floor of the House پر بات کی تھی۔ منسٹر صاحب کے علم میں بھی یہ بات ہے۔ وہاں پر لوگوں کو دھرنا دیئے آج تیس دن ہو چکے ہیں اور میرے خیال میں پورے ملک میں یہ واحد دھرنا ہے جس میں تیس دنوں سے ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس میں ایک نئی چیز یہ ہے کہ تقریباً ڈیڑھ لاکھ کی تعداد میں بچے ریلی کی شکل میں نکلے اور زیادہ تر بچوں نے کفن باندھ رکھا تھا۔ وہ اس لیے کفن باندھ کر وہاں آئے ہیں کیونکہ وہ اسے اپنا معاشی قتل سمجھتے ہیں اور یہ ہمارے لوگوں کا معاشی قتل ہے۔ میں اپنے وزیر داخلہ صاحب کا شکریہ ادا کروں گا جنہوں نے ہمیں وقت دیا۔ پرلت کی کمیٹی کے اراکین وہاں سے اسلام آباد آئے ہیں تاکہ اس مسئلے کو مذاکرات کے ذریعے حل کیا جائے، ان کے ساتھ ہم نے گفت و شنید کی اور وزیر صاحب کی طرف سے ہمیں یہ assure کرایا گیا کہ ایک دو دنوں میں اس مسئلے کو ایک اچھے حل کی طرف لے جایا جائے گا، ہم کوشش کریں گے کہ کل وزیراعظم صاحب کو بھی on-board لیں۔ ہم بھی اور ہمارے بھائی بھی منسٹر صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ وہاں پر ایک ایسی situation بنی ہوئی ہے کہ جب بارڈر سے اشیاء آتی ہیں اور وہ کوئٹہ تک پہنچتی ہیں، وہ ہوا سے کوئٹہ نہیں آتیں۔ وہ اسی ایک main road سے پہنچتی ہیں اور جب وہ گوداموں میں جاتی ہیں تو وہاں پر raid ہو جاتا ہے۔ ہم تو ان سے یہ پوچھتے ہیں کہ آپ بارڈر سے اشیاء چھوڑتے کیسے ہیں اور یہ سامان کوئٹہ تک کیسے پہنچتا ہے؟ آپ کے ایران بارڈر پر آج تک وہی پالیسی ہے کہ لوگ راہداری کے ذریعے آتے جاتے رہتے ہیں اور اپنا کاروبار کر رہے ہیں۔ اسی طرح سے چمن کی جو situation ہے کہ صرف باڑ لگانے سے لوگ اپنی زمینیں نہیں چھوڑتے۔ وہاں پر آج بھی باڑ کے اس طرف ہمارے چمن والوں کی زمینیں ہیں۔ وہاں پر ہمارے لوگ چھ ماہ چمن اور پھر چھ ماہ افغانستان میں رہتے ہیں۔ یہ ان کا روزانہ کا معمول ہے اگر آپ کو افغانستان سے مسئلہ ہے تو وہاں سے ہمارے پاس اتنے لوگ نہیں آتے ہیں، وہاں سے سو یا ڈیڑھ سو کی تعداد میں لوگ آتے ہیں۔ یہاں سے ہزاروں کی تعداد میں لوگ اس طرف جاتے ہیں، اپنا روزگار کماتے ہیں اور شام کو ہزار یا دو ہزار روپے اپنے بچوں کے لیے کما کر واپس آ جاتے ہیں اور بچوں کے

ساتھ کھانا کھاتے ہیں۔ آج سارا چمن دھرنے میں بیٹھا ہوا ہے۔ میں اگر افغانستان جاؤں گا تو پاسپورٹ بنا کر جاؤں گا لیکن خدارا کم از کم چمن کے لوگوں کے لیے ان کی اپنی زمینوں پر جانے کے لیے پاسپورٹ والا کام بند کیا جائے۔ اس مسئلے پر تو مذاکرات ہو سکتے ہیں، باقاعدہ ہم اپنے وزیر داخلہ کو اور اپنے اداروں کو گفت و شنید سے قائل کریں گے، ہم انہیں راستے بتائیں گے کہ کیسے یہ مسئلہ حل ہو سکتا ہے لیکن اس پر implementation کرتے ہوئے ایک کاغذ کا notification بھیج کر آپ ہمارے لوگوں کا معاشی قتل عام کر رہے ہیں جو پاکستان کے لیے خطرناک ہے۔

جناب چیئر مین! آج ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں بچے ہمارے ملک کے خلاف سوچ رہے ہیں۔ جب آپ ان کا معاشی قتل عام کریں گے تو یہ کس کے خلاف جائے گا۔ وہ اس ملک کو اپنا ملک سمجھتے ہیں۔ وہ خود اس بات کے قائل ہیں کہ وہ ان کی اپنی زمینیں ہیں، انہوں نے کسی سرکاری ادارے سے عوض نہیں لی ہیں۔ انہوں نے وہاں پر باڑ لگانے دی، اپنے سیکورٹی اداروں کے ساتھ وہ کھڑے ہیں۔ آج بھی اپنے ملک کے دفاع کے لیے آپ انہیں کوئی کام سونپیں وہ آپ کے لیے وہ کام کریں گے۔ وہ آپ کے ساتھ ہیں لیکن آپ اس طرح کی پالیسی لا کر کم از کم اپنے ملک کے باشندوں کو، اپنے پاکستانیوں کو اپنے خلاف نہ کریں۔ بہت شکریہ۔

جناب چیئر مین: شکریہ۔ سینیٹر دنیش کمار صاحب۔

Point of Public Importance raised by Senator Danesh Kumar regarding the problems faced by the people travelling to Karachi via Hub at various check-posts

سینیٹر دنیش کمار: شکریہ، جناب چیئر مین! پہلے تو میں چمن سے آئے اپنے تاجر بھائیوں اور منظور کاکڑ صاحب کی جانب سے ان کے لیے جو کہا گیا تو اپنی جماعت کی جانب سے بھی وزیر داخلہ سے گزارش کروں گا کہ انہیں انسانی ہمدردی کی بنیاد پر سنا جائے۔ دیکھیں کہ صدیوں سے یہ بارڈر کے اس پار اور اس پار رہ رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ caretaker Government کو اس بابت ہمدردانہ غور کرنا چاہیے۔

جناب چیئر مین! وزیر داخلہ صاحب بھی بیٹھے ہوئے ہیں اور میں اصل مدعے کی طرف آتا ہوں۔ میں تو اکثر حب چوکی سے آتا جاتا رہتا ہوں۔ میں آپ کو بتاؤں کہ بلوچستان کے عوام کو حب سے کراچی آتے ہوئے اتنی زیادہ تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے کہ وہ رل جاتے ہیں۔ ان کا کوئی پرسان

حال نہیں ہے۔ جیسے ہی وہ حب پل کو پار کرتے ہیں تو آپ دیکھیں وہاں پر رینجرز کی ایک check-post ہے جہاں انہیں گھنٹوں انتظار کرایا جاتا ہے۔ وہاں سے ایک سو قدموں پر کسٹمز کی check-post ہے، وہاں پر انہیں خوار کیا جاتا ہے۔ پھر وہاں سے چند قدموں پر پولیس کی check-post ہے وہاں ان کی تذلیل کی جاتی ہے۔ وہاں سے آگے جاتے ہیں تو ایک toll plaza ہے جو ایک کلومیٹر سے بھی کم کے فاصلے پر ہے، وہاں پر بھی ان کی تذلیل کی جاتی ہے۔ تھوڑا سا آگے چلیں تو سندھ پولیس گدھ کی طرح بلوچستان کے مسافروں کو نوچنے کے لیے بیٹھی ہوئی ہے، وہ ان کو زندہ دفن کرتے ہیں اور ان کا زندہ گلا کاٹتے ہیں۔

جناب چیئرمین! میں آپ کو بتاتا ہوں کہ وہاں پر کیا حشر ہوتا ہے، وہاں پر چمن، پشین، کوئٹہ سے یا آپ کے دالبندین سے جو لوگ آتے ہیں ان کو سندھ پولیس مبینہ طور پر ایک ایک کو گاڑیوں سے اتار کر تلاشی لیتی ہے اور ان کے پیسے گنتی ہے اور ایسی کارروائی کرتے ہیں کہ جب وہ نکلتے ہیں تو ان کے wallets خالی ہوتے ہیں یا ان کو blackmail کیا جاتا ہے کہ ہمیں پیسے دیں، ہم آپ کو ایرانی یا افغانی show کریں گے۔ ہمیں پیسے دیں ورنہ ہم آپ کو جیل میں ڈال دیں گے۔ جناب چیئرمین! یہ انسانی تذلیل ہے، بلوچستان کے لوگوں کے ساتھ یہ بہت بڑا ظلم ہو رہا ہے۔ Rangers بھی ان کو وہاں پر خوار کرتے ہیں، Coast Guards نے بھی بلوچستان سے آنے والے لوگوں کا جینا حرام کیا ہوا ہے۔ اتنے مسائل میں بلوچستان کے لوگ کہاں جائیں؟ ایسا لگتا ہے کہ بلوچستان سے اگر کراچی جا رہے ہیں تو دوسرے ملک جا رہے ہیں۔ اس پر کوئی action لیں، ہمارے تاجر حضرات ہیں، 80% traffic daily آتی ہے مگر ان کے ساتھ روزانہ یہی رویہ اختیار کیا جاتا ہے۔ ہمارے بلوچ بھائی، میرا ایک دوست ہے وہ اپنے قبیلے کا respectful شخص ہے، وہ کہتا ہے کہ ہمیں تو ہماری بیویاں بھی کہتی ہیں کہ وہاں تو بہت امیر سردار ہیں اور ادھر آپ کی تذلیل کی جا رہی ہے۔ یہ ہمارے ساتھ بہت ظلم ہو رہا ہے، میں آپ سے گزارش کرتا ہوں Pakistan Coast Guards, Pakistan Rangers and Sindh Police کو Standing Committee میں بلایا جائے اور ان سے پوچھا جائے کہ بلوچستان کے لوگوں کے ساتھ یہ حشر کیوں ہو رہا ہے؟

Mr. Chairman: Senator Sardar Muhammad Shafiq Tareen.

Point of Public Importance raised by Senator Sardar Muhammad Shafiq Tareen regarding the sit in staged at Chaman Border against the new passport/visa policy

سینیٹر سردار محمد شفیق ترین: شکریہ جناب چیئرمین! ہم نے پچھلے دنوں Point of Public Importanceپر بات کی تھی چمن میں جو دھرنا چل رہا ہے۔آپ نے اس مسئلے کو Interior Committeeمیں referکیا تھا لیکن اس کی meetingنہیں ہوئی ہے۔ یہ معاملہ دن بہ دن طول پکڑتا جا رہا ہے، پچھلے دنوں وہاں دھرنا تو چل ہی رہا ہے لیکن ایک عجیب situation createہو گئی کہ پانچ سال سے لے کر پندرہ سال تک کے بچوں نے کفن باندھ کر دھرنے میں شرکت کی اور وہ وہاں اپنے والدین کے ساتھ شریک ہوئے۔ جناب چیئرمین! یہاں پر کوئی دوسراforumنہیں ہے آج ہماری Interior Ministerسے بھی بات ہوئی ہے۔ جناب چیئرمین! اس پر آپ کوئی rulingدیں، Interior Ministry, Defense Ministry, Commerce Ministry and Provincial Governmentہے اور وہاں کے جو stake holdersہیں وہ بیٹھ کر اس مسئلے کا کوئی حل نکالیں۔ اس کے لیے proper mechanismبنائیں، یہ کب تک بیٹھے رہیں گے اور مسلسل situation seriousہوتی جا رہی ہے۔ Borderکا علاقہ ہے اللہ نہ کرے اگر کوئی دوسرا مسئلہ وہاں createہو گیا تو پھر حکومت کے لیے بھی سنبھالنا مشکل ہو جائے گا۔ یہ ہماری گزارشات تھیں، وہاں سے جو stake holdersآئے ہیں ان کی آپ سے بھی ملاقات ہوئی ہے، اس مسئلے کو اگر seriousلیا جائے، اس میں immediate actionکی ضرورت ہے۔

جناب چیئرمین: میں اس مسئلے کو Chamberمیں منسٹر صاحب سے discussکرتا ہوں اور کل تک کچھ کر لیں گے۔ سینیٹر سید علی ظفر، نہیں ہیں۔ سینیٹر کامران مرتضیٰ۔

Senator Kamran Murtaza

سینیٹر کامران مرتضیٰ: جناب چیئرمین! مسئلہ وہی ہے جو پہلے بھی raiseہوا ابھی بھی اس مسئلے کو دوست raiseکر رہے ہیں 20th Octoberسے آج 20th November ہو گئی ہے، ایک مہینہ گزر گیا ہے اور چمن میں دھرنے کا مسئلہ حل نہیں ہو رہا۔ اب اصل میں مسئلہ دھرنا ہے یا کچھ اور ہے اس پر آپ نے پہلے بھی معاملہ کمیٹی کو referکیا ہے۔ جناب چیئرمین! بلوچستان کے

حالات کو آپ سے بہتر اور کون جانتا ہو گا آپ خود bordering area کے رہنے والے ہیں بلکہ بلوچستان میں 5 ,4 ,3 روزگار ہیں ان کو border trade کہا جاتا ہے۔ اس کو سب smuggling پتہ نہیں کیوں کہتے ہیں border trade بالکل مختلف چیز ہے اور دنیا بھر میں recognized ہے اور اس کی proper permission لینی ہوتی ہے نہ صرف چمن کے border پر بلکہ پاکستان کے تمام borders پر اجازت لینی ہوتی ہے۔ جن علاقوں میں borders گرم نہیں ہیں، جہاں پر کوئی لڑائی جھگڑا نہیں ہوتا وہاں پر اس کی اجازت ملتی ہے اور لوگ آتے ہیں جاتے ہیں، آنے اور جانے میں بھی کوئی مسئلہ نہیں ہوتا۔ آپ کے ہاں ایران سے مرغی تک آتی ہے، ایران سے ڈیزل آتا ہے وہ چیزیں لوگ borders پر استعمال کرتے ہیں، انڈے تک آتے ہیں اور یہ سب کچھ وہاں استعمال ہوتا ہے۔

اب اگر کسی مخصوص ملک کے ساتھ تعلقات کسی اور وجہ سے خراب ہو گئے ہیں اور خراب ہونے کی وجہ سے ایک طرف افغانیوں کو واپس بھیجنا شروع کر دیا ہے اور دوسرا وہ لوگ جو صبح آتے تھے شام کو چلے جاتے تھے، یا شام کو آتے تھے صبح چلے جاتے تھے۔ اس چیز نے ان لوگوں کے روزگار میں مسائل پیدا کرنے شروع کر دیے ہیں تو کیا اس سے ملک کی خدمت ہو رہی ہے؟ خاص طور پر جب معاملہ چھوٹے بچوں تک پہنچ جائے اور بچے اپنے سروں پر caps پہن کر اور رومال باندھے جس پر لکھا ہو (بلوچی)۔۔۔ اگر یہ بات ان بچوں کے ذہنوں میں ابھی سے ہی پختہ کر دی جائے تو پھر اس کا پاکستان کو کیا فائدہ ہو گا؟

جناب چیئر مین! آپ دوسرے ممالک میں گھومیں ہوں گے، وزیر صاحبان اور سینیٹر ز صاحبان بھی سب دوسرے ملکوں میں آتے جاتے ہیں۔ آپ Schengen visa لے کر چلے جائیں، آپ کو اس وقت پتہ چلتا ہے آپ کسی اور ملک میں داخل ہو گئے ہیں جب آپ کے mobile پر message آتا ہے that now you have entered in that Country. یہاں پر border پر باڑ لگا دی اور اس کے نام پر معاملہ کروڑوں روپے پر نہیں اربوں روپے پر پہنچ گیا، پھر اس کے بعد وہ لوگ تذکرے کے اوپر آتے تھے جاتے تھے، صبح آئے شام کو گئے، شام کو آئے صبح گئے اور اب انہوں نے آنے اور جانے میں مسائل پیدا کر دیے ہیں۔ تیس دن ہو گئے ہیں اس بات کو صرف چمن نہیں بلکہ اس کے آس پاس کے علاقے بھی شامل ہیں اور یہاں لاکھوں

لوگ رہتے ہیں اور ان کا نہ صرف روزگار اس معاملے سے وابستہ ہے، کچھ چیزیں افغانستان سے آتی ہیں، کچھ چیزیں پاکستان سے جاتی ہیں۔ ان کی آپس میں رشتے داریاں بھی ہیں، کسی کی بچی کی وہاں شادی ہوئی ہے اور کسی کے بچے کی وہاں شادی ہوئی ہے اور یہ صرف آج سے نہیں ہے، پاکستان بننے سے پہلے سے یہ سلسلہ چل رہا ہے اور صرف افغان اس علاقے میں نہیں آتے رہے بلکہ آپ کے بہت سارے بزرگان دین بھی ہندوستان کے علاقوں میں انگریز کے دور میں یہاں سے جاتے تھے اور جب ان پر انگریزوں نے حالات تنگ کیے، جب حالات سخت ہوئے۔ جناب چیئرمین! میں دو تین منٹ اور لوں گا۔

جب حالات سخت ہوئے تو وہ افغانستان کے علاقوں میں جاتے تھے اور وہاں ہی ان کو پناہ ملتی تھی۔ آپ کے ہاں بھی جب لوگ آتے تھے، ہمیں جو بتایا گیا، ہمیں جو سکھایا گیا حکومتوں کی جانب سے، ریاست کی جانب سے کہ یہ ہمارے بھائی ہیں تو اچانک یہ بھائی غیر کیسے ہو گئے؟ یہ پتہ نہیں چلا اور جب وہ غیر بھائی ہوئے سولنگی صاحب بیٹھے ہوئے تھے باہر جا رہے ہیں۔ وہ خود Election's Act Section 230 کا حوالہ دے رہے تھے کہ 230 میں ان کے limited اختیارات ہیں۔ اگر limited rights ہیں تو ان limited rights کو ختم کرنے کے لیے افغانیوں کو واپس بھیجنا شروع کر دیا ہے اور دوسرا ان سے جو ہماری border trade ہوتی تھی وہ بھی بند کر دی ہے اور اس border trade کی وجہ سے لوگ effect ہو رہے ہیں۔

جناب چیئرمین! آپ لوگوں کی افغانیوں سے محبت یہ ہے کہ آپ اپنے missiles کا نام Abdali, Ghauri رکھتے ہیں یہ کہاں کے لوگ تھے، یہ سب کہاں کے تھے؟ اس طرح کے سارے نام کچھ نام تو آپ کو سمجھ میں بھی نہیں آتے تھے۔ غزنوی رکھتے تھے یہ سب نام کہاں سے آئے تھے؟ یہ سارے نام افغانستان سے آئے تھے، آپ کی افغانیوں سے محبت ہے اور اس محبت کو اس طرح سے نفرت میں نہ بدلیے۔ ایک طرف مہاجرین کو نکال کر جو یہاں ہی رہتے تھے ان کے بچے یہاں پیدا ہوئے ہیں، ان کو نکال کر اور دوسری بات اپنے پاکستانی جو border پر رہتے ہیں ان کا معاشی قتل عام کرکے اس محبت کو نفرت میں نہ بدلیں، اپنے لوگوں میں بھی اور ان کے لوگوں میں بھی۔ بہت شکریہ۔

Mr. Chairman: Senator Muhammad Tahir Bizinjo.

Senator Muhammad Tahir Bizinjo

سینیٹر محمد طاہر بزنجو: شکریہ جناب چیئرمین! چمن دھرنے کے نمائندے، علاقے کے معتبرین۔۔

جناب چیئرمین: سینیٹر فلک ناز آپ کا موبائل لینا پڑے گا۔

سینیٹر محمد طاہر بزنجو: تاجروں کے نمائندے یہاں تشریف رکھتے ہیں میں ان کو welcome کرتا ہوں۔ جناب چیئرمین! مختلف جماعتوں سے تعلق رکھنے والے بلوچستان کے سینیٹرز نے اس بارے میں گفتگو کی، میں repeat نہیں کرنا چاہتا ہوں۔ میں یہ ضرور کہوں گا کہ وزیر اعظم کا تعلق بلوچستان سے ہے، چیئرمین سینٹ کا تعلق بلوچستان سے ہے، Chief Justice کا تعلق بلوچستان سے ہے، وزیر داخلہ کا تعلق بلوچستان سے ہے۔ اگر تب بھی چمن کے لوگ یہ مسئلہ face کر رہے ہیں اگر یہ حل نہیں ہوگا تو اس سے بہت مایوسی ہوگی۔ میں مختصراً یہ کہوں گا کہ ہمارے محترم وزیر داخلہ بگٹی صاحب ان معاملات سے بخوبی واقف ہیں اور مجھے توقع اور امید ہے کہ وہ ذاتی طور پر بھی کوشش کریں گے۔ ان کے نمائندوں کے ساتھ بیٹھیں گے، اور خوش اسلوبی کے ساتھ یہ معاملہ طے کریں گے۔ Thank you sir.

جناب چیئرمین: سینیٹر نصیب اللہ بازئی صاحب۔

Senator Naseebullah Bazai

سینیٹر نصیب اللہ بازئی: جناب چیئرمین! میں اسی موضوع پر بات کروں گا۔ مجھ سے پہلے میرے colleagues نے اسی پر بات کی۔ چمن بارڈر کے مسئلے کے حل کے لئے میرے دوست آئے ہوئے ہیں۔ جو وہاں کے باشندے ہیں۔ ان کا تعلق مختلف پارٹیوں سے ہے۔ جناب چیئرمین! چمن کا مسئلہ بڑی اہمیت اختیار کر گیا ہے کیونکہ پاکستان کی تاریخ میں جو دھرنا چمن سے نکلا، میرے خیال سے ساڑھے تین چار لاکھ لوگ اس میں نکلے ہیں۔ میرے خیال میں پاکستان کی تاریخ میں اتنی بڑی ریلی نہیں نکلی ہے۔ اس مسئلے کی وجہ سے آپ کیوں موقع دے رہے ہیں ان لوگوں کو جو ہمارے دشمن ہیں، جو ہمارے ایک طرف پڑے ہوئے ہیں، ہم ان لوگوں کو کیوں موقع دے رہے ہیں کہ وہ کل پاکستان کے بارے میں یا چمن کے بارے میں یا بلوچستان کے بارے میں غلط زبان استعمال کریں۔

جناب چیئرمین! اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مہاجرین کا تو اپنا ایک اصول ہوتا ہے، کچھ principles ہیں، ان کو اپنا passport بنانا پڑتا ہے۔مگر چمن کا جو مسئلہ ہے اسے آپ ضلع چمن تک محدود رکھیں۔ چمن کے جو لوگ ہیں ان کے لئے پاسپورٹ یا شناختی کارڈ ضروری نہیں ہونا چاہئے کیونکہ چمن کے لوگ تو اسی ضلع میں رہتے ہیں، وہ وہاں کے کاروباری لوگ ہیں۔چمن کے اس پار جو لوگ ہیں ان کے ساتھ ان کی رشتہ داریاں ہیں تو ان کے لئے بھی ایک محدود طریقہ کار بنایا جائے کہ چمن کے لوگ بارڈر کے پار اپنے رشتہ داروں کے ساتھ آسانی سے رابطہ کر سکیں کیونکہ جناب چیئرمین! بلوچستان میں کوئی بھی کارخانہ نہیں ہے۔ کوئی بھی factory نہیں ہے، صرف زمینداری تھی اللہ کے فضل و کرم سے۔اب ہمارے پاس صرف تین چار گھنٹے بجلی موجود ہوتی ہے۔اس حالت میں بھی لوگ کہتے ہیں کہ ہم چوری کرتے ہیں۔ پتا نہیں کتنے گھنٹے ہم بجلی چوری کرتے ہیں۔ کوئٹہ سے آپ باہر جائیں تو چمن اور بیلہ تک آپ کو صرف تین گھنٹے بجلی ملے گی مگر آپ پھر بھی کہتے ہیں کہ بلوچستان والے بجلی چوری کرتے ہیں۔ تین گھنٹے میں اگر ساری بجلی بھی چوری ہوجائے تو میرے خیال سے کوئی ایسی بات نہیں ہے۔

Point of Public Importance raised by Senator Naseebullah Bazai regarding missing of record of recruitment/appointment in Workers Welfare Board

سینیٹر نصیب اللہ بازئی: جناب چیئرمین! دوسری بات، جو ہمارا اصل مسئلہ ہے۔میرا point of order Workers Welfare Board کے حوالے سے ہے۔ پچھلے دنوں Workers Welfare Board میں جو تعیناتیاں ہوئی ہیں کیونکہ یہ overseas department سے تعلق رکھتا ہے۔ جناب چیئرمین! وہاں دو سال سے جو تعیناتیاں ہوئی ہیں ان کا کوئی سرسری ریکارڈ بھی نہیں ہے۔ Secretary Labour Department and Chairman Board کو لکھا گیا تھا کہ ان تعیناتیوں کی تفصیل بھیجی جائے مگر Workers Board کے جو Secretary ہیں انہوں نے ایک پلندہ بنوا دیا جو خود اس کیس میں under inquiry ہیں۔ وہ خود انکوائری میں ملوث ہیں اور اس نے خود پلندہ بنا کر مرکز کو بھیج دیا۔ جناب چیئرمین! کیونکہ جو Standing

Committee کے چیئرمین صاحب ہیں وہ تشریف رکھتے ہیں وہ آپ کو خود تفصیل سے بتا دیں گے۔یہ جو تعیناتیاں ہوئی ہیں یہ کسی کو سمجھ نہیں آرہی ہیں۔جناب چیئرمین! اس معاملے کو آپ کمیٹی کے پاس بھیج دیں۔

Mr. Chairman: Referred to the Committee concerned.

بازئی صاحب! یہ Workers Welfare Board والا معاملہ میں نے کمیٹی میں ارسال کر دیا ہے۔آپ خود بھی کمیٹی میٹنگ میں چلے جائیں۔

سینیٹر نصیب اللہ بازئی: جناب چیئرمین! چمن کے لئے بھی ایک کمیٹی بنائی جائے۔

جناب چیئرمین: چمن کے لیے میں منسٹر صاحب کے ساتھ بیٹھ کر کچھ کروں گا۔ سینیٹر حاجی ہدایت اللہ صاحب۔

سینیٹر ہدایت اللہ خان: بہت بہت شکریہ۔ جناب چیئرمین! آپ نے خان ہٹا دیا تو میں اس کا گلہ کروں گا۔

جناب چیئرمین: سینیٹر حاجی ہدایت اللہ خان صاحب۔

سینیٹر ہدایت اللہ خان: بہت بہت شکریہ۔ ہمارے سینیٹرز صاحبان نے بجلی اور گیس کے بارے میں جو بات پیش کی تھی تو وہ ماشاءاللہ انہوں نے بہت زیادہ رونا رویا۔عوام کے جو مسئلے تھے وہ ایوان تک پہنچا دئے ہیں لیکن میں منسٹر صاحب کا شکرگزار ہوں کہ انہوں نے اپنی باتوں سے کم از کم آدھے مسائل حل کر دئے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک آدمی پر بیس ہزار روپے کا قرضہ تھا۔ وہ جا کر کھمبے کے اوپر چڑھ گیا کہ میں چھلانگ لگاتا ہوں تاکہ قرضہ بھی ختم ہوجائے اور میری جان بھی چھوٹ جائے۔ وہاں پر بہت سے بندے جمع ہو گئے اور اسے کہنے لگے کہ بھئی چھلانگ مت لگاؤ۔ایسا کرتے ہیں کہ دس ہزار روپے میں آپ کو معاف کر دیتا ہوں۔ وہ دس ہزار بعد میں دے دو۔وہ نیچے اتر گیا تو اسے کہا گیا کہ بیوقوف تم سارے کا مطالبہ کیوں نہیں کرتے۔ تو اس نے کہا کہ یہ دس ہزار اسی طرح چھوٹ جائیں گے جس طرح ابھی میں نے یہ دس ہزار ختم کروائے۔

جناب چیئرمین! منسٹر صاحب نے تو آدھے مسائل حل کر دیے ہیں۔ کوئی ایسا منسٹر اور آجائے کہ باقی آدھے بھی وہ حل کر دے۔ جناب چیئرمین! ہماری دو باتیں ہیں۔ ایک چمن

والی بات اور دوسری ہے ہمارے مالاکنڈ ڈویژن والی بات ہے۔چمن پر تو ہمارے ساتھیوں نے باتیں کی ہیں۔ ہم تو پہلے سے سنتے آرہے تھے کہ ؛

جب چمن میں خزاں تھی تو خون ہم نے دیا

اب بہار آئی تو کہتے ہیں تیرا نام نہیں

تو یہ ہم سنتے آرہے تھے کہ چمن میں آج کے بعد بھی حالات اس طرح دگرگوں ہیں کہ لاکھوں لوگ نکلے ہیں۔ بچے بیچ میں آگئے۔یہ اس طرح نہیں ہے بلکہ یہ اس طرح ہے کہ وہ جو مطالبہ کرتے ہیں،منسٹر صاحب تشریف رکھتے ہیں ان کو معلوم ہے کہ یہ قبائلی اضلاع کے رہنے والے لوگ ہیں۔ہمارے مہمند ایجنسی اور خیبر ایجنسی کے لوگ آتے تھے پشاور میں کام کرنے کے لئے اور شام کو اپنے گھروں کو جاتے تھے۔ اس طرف سے صبح آتے ہوئے ٹریفک زیادہ ہوتی تھی اور شام کو اس طرف سے جاتے ہوئے زیادہ ہوئی تھی۔ان کے پاس شناختی کارڈ خیبر اور مہمند ایجنسی کا ہوتا تھا جو پشاور میں آسکتا تھا۔پھر شام کے وقت اپنے گھر جاتا تھا۔یہی مسئلہ ان کا بھی ہے۔اس بات پر غور کرنا چاہیے۔

Point of Public Importance raised by Hidayatullah Khan regarding imposition of levies on the areas of erstwhile FATA

سینیٹر ہدایت اللہ خان: جناب چیئرمین ! دوسرا بڑا مسئلہ جو ہمیں درپیش ہے۔ہم یہاں پر آکر FBRوالوں سے بات کرتے ہیں۔ مالاکنڈ ڈویژن بشمول کوہستان اور merged areas جتنے بھی ہیں۔اس کے لیے انہوں نے ٹیکس مقرر کیا تھا۔ ہم نے اس ٹیکس کو ختم کرنے کے لیے بات کی تو انہوں نے ایک سال کے لیے ختم کر دیا اور کہا کہ منتخب حکومت جب آئے گی تو پھر وہ آپ کے لیے کچھ کرے گی۔اب تو جون تک آپ کے ٹیکس ختم کر دیے۔اب ہم نے سنا ہے کہ وہاں پر دوبارہ FBRاور کسٹم والے آئے ہیں اور وہاں پر انہوں نے چیک پوسٹیں بنائی ہیں۔ یہ لوگوں کو لڑانے کے لیے کرنا چاہتے ہیں۔لوگوں کو گرفتار کرنا چاہ رہے ہیں یا کچھ اور کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارا مطالبہ یہی ہے کہ جون تک یہ صبر کریں۔اگر یہی نگراں حکومت رہی، میرے خیال میں ان کا ارادہ بھی لمبا ہے، یہ یہی حکومت رہی تو پھر ان کے ساتھ بیٹھ کر بات کریں گے۔ اگر کوئی نئی حکومت آگئی تو پھر ان کے ساتھ بات کریں گے۔ جناب چیئرمین ! میرا یہ مطالبہ ہے کہ اس ایوان کی وساطت سے FBR کو پابند کیا جائے

کہ جون تک ان کو نہ چھیڑا جائے۔ جس طرح فیصلہ ہو چکا ہے۔ یہ اپنی حدود میں رہیں۔ یہ اپنا فیصلہ خود ہی نہیں مانتے۔ ابھی دوبارہ لوگوں کو چھیڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: سیکرٹری صاحب! FBR سے اس پر رپورٹ لے لیں۔ حاجی صاحب! ٹھیک ہے۔ سینیٹر فوزیہ ارشد صاحبہ۔

Point of Public Importance raised by Senator Fawzia Arshad regarding the news about non-issuance of funds to 05 hospitals of Islamabad by the Ministry

سینیٹر فوزیہ ارشد: شکریہ، جناب چیئرمین! میرا تعلق اسلام آباد سے ہے اور میں ایک بہت اہم مسئلے کے بارے میں point of public importance پر بات کرنا چاہ رہی ہوں۔ وہ مسئلہ یہ ہے 17 تاریخ کو ڈان نیوز پیپر میں یہ خبر آئی ہے کہ the Ministry denied the fund request of 5 important hospitals of Islamabad capital. سلسلہ یہ ہے ہم اگر دیکھیں

Article 38 (d) of the Constitution of Pakistan, it says that the State shall ensure to provide basic necessities of life, such as food, clothing, housing, education and medical relief, for all such citizens, irrespective of sex, caste, creed or race.

ہم دیکھتے ہیں کہ it is the responsibility of the Ministry of National Health Services and Regulations. اگر وہ دیکھیں تو بہت ساری شقیں ہیں جو منسٹری کو پوری کرنی ہیں۔ ان میں چند ایک جو ہیں وہ یہ ہیں کہ:

They have to reduce the maternal mortality and communal deceases

ایسی چیزیں ان کو کرنی چاہییں جس سے انسان کی زندگی کو خطرہ نہ ہو۔ When we look at it, Ministry of Health نے Finance سے 11 billion supplementary budget مانگا ہے which has been denied. جس کی وجہ سے ملازمین کی تنخواہیں رک گئی ہیں۔ PIMS والے کافی دنوں سے protest کر رہے ہیں۔ جتنی بھی labs ہیں ان کے important functions رک گئے ہیں کیونکہ

Testing kits are not available. Radiology tests are being refused because funds are not available. Medicines are denied to the patients in the public hospitals.

یہ جو پانچ ہسپتال ہیں، ان میں PIMS ہے، پولی کلینک ہے، فیڈرل جنرل ہسپتال ہے اور National Institute of Rehabilitation Medicine ہے۔ جتنے بھی یہاں پر basic health units یا ڈسپنسریاں ہیں، یہ سب کے سب زیر عتاب آرہے ہیں۔ چیئرمین صاحب! آپ سے درخواست ہے کہ مہربانی فرما کر اس معاملے کو کمیٹی کی طرف refer کریں اور متعلقہ وزارت کو جو supplementary budget کی ضرورت ہے، انسانوں کی زندگی کے لیے، ان کی خیر خواہی اور well being کے لیے، اس معاملے پر فوری توجہ دی جائے۔ بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے۔ اس معاملے کو refer کردیں۔ معزز سینیٹر زرقا سہروردی تیمور صاحبہ۔

سینیٹر ڈاکٹر زرقا سہروردی تیمور: جناب چیئرمین! بہت شکریہ۔ دیر آید، درست آید۔

جناب چیئرمین: شکر ہے آپ نے مان لیا کہ درست آید۔

Point of Public Importance raised by Senator Dr. Zarqa Suharwardy Taimur regarding the current political situation in the Country

سینیٹر ڈاکٹر زرقا سہروردی تیمور: جناب چیئرمین! چار پانچ چھوٹے چھوٹے points ہیں، میں آپ کے گوش گزار کرنا چاہتی ہوں۔ سب سے پہلے تو اپنے بھائی دنیش کے نام جو اتنے گلے کرتے ہیں اور ان کو ہم سب یاد کرتے ہیں کہ چیف جسٹس، چیئرمین سینیٹ، پرائم منسٹر صاحب، وزیر داخلہ صاحب، سب بلوچستان سے ہیں تو میں غالب کا ایک شعر ان کی نظر کرتی ہوں:

جمع کرتے ہو کیوں رقیبوں کو
اک تماشا ہوا، گلہ نہ ہوا

آپ رہنے دیں، آپ کام کروائیں، گلہ نہ کریں۔ ایک پیغام سلیم صافی صاحب کے نام، ہمارے ایک بڑے honourable senior journalist ہیں اور بڑے غور سے ہم ان کا

پروگرام بھی دیکھتے ہیں۔ انہوں نے اتنے interviews کیے، بہت سے لوگوں کا نام آیا تو اب ایک request آرہی ہے کہ (XXX)* کا interview بھی کیا جائے۔ چونکہ ایک انعام شاہ صاحب تھے ان کا بھی interview ہوا، اور بھی بہت سے لوگوں کے interviews ہوئے جو عمران خان صاحب کے گھر میں مختلف ملازمتوں میں رہے تو ایک (XXX)* ہیں، بڑے supportive ہیں اور خان صاحب کے ساتھ رہتے ہیں۔ ایک request آئی ہے کہ ان کا بھی ایک interview لے لیں تاکہ یہ باتیں بھی کھل جائیں۔ باقی باتوں کو چھوڑیں، ایک request آئی ہے، میں نے کہا کہ پہنچادوں۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: Expunge کردیا جی۔

سینیٹر ڈاکٹر زرقا سہروردی تیمور: چلیں جی معذرت۔

جناب چیئرمین: چلیں ہوگیا، انہوں نے معذرت کرلی ہے۔ ابھی میں ان کی بات سن لوں، پھر آپ کو موقع دیتے ہیں۔

سینیٹر ڈاکٹر زرقا سہروردی تیمور: جناب! بات یہ ہوتی ہے کہ جب بات بہت زیادہ ہوجائے تو پھر دل کو تکلیف ہوتی ہے، بات ہم کر نہیں سکتے تو اس لیے اگر آپ کو بات بری لگی ہے تو ان کی طرف سے میرا کچھ نہیں، بس ہم نے اپنے sentiments کا اظہار کیا جو ہمیں کہا گیا۔

ایک صاحبہ ہیں، انیلہ علی صاحبہ، وہ امریکہ میں بیٹھی ہوئی ہیں۔ چند دن پہلے اسرائیل کی support میں فلسطین کے خلاف امریکہ میں ایک چھوٹا سا گٹھ ہوا۔ اس میں ہمیں تکلیف اس بات سے ہوئی اور بہت سے پاکستانی پریشان ہوئے کہ انہوں نے وہاں کھڑے ہو کر فرمایا کہ میں پاکستانیوں کی representation کر رہی ہوں، میں خواتین کی representation کر رہی ہوں، میں مسلمانوں کی representation کر رہی ہوں۔ ہم پاکستان کے عوام اور پاکستان کی خواتین ان کے sentiments کی مذمت کرتے ہیں اور جس طرح سے فلسطین میں لوگوں کا قتل عام ہورہا ہے، بچوں کا قتل عام ہورہا ہے، ان کو پانی نہیں دیا جارہا، ان کو دوائیں نہیں دی جارہیں اور ہم ان کی جو

---

* *"Words expunged as ordered by the Chairman.".*

دل لرزا دینے والی حقیقتیں دیکھ رہے ہیں، اس قسم کی باتوں سے دل کو بہت تکلیف ہوئی تو ہمارا کام بنتا ہے کہ ہم یہاں پر ان کا ذکر کریں۔

جناب! ایک اور بات میں کرنا چاہوں گی۔ ہمارے سینیٹر ہیں اعجاز چوہدری صاحب، ان کو کافی مہینے ہو گئے لیکن ان کا پروڈکشن آرڈر نہیں آیا۔ ہماری بہت سی بہنیں ہیں جو اس وقت جیل میں ہیں۔ ان کے حوالے سے نسیم زہرا صاحبہ، ہماری ایک اور بڑی renowned journalist ہیں، انہوں نے عرب نیوز میں ایک آرٹیکل بھی لکھا۔ Hundred days and no respite for women prisoners. ہم چاہتے ہیں کہ ان چیزوں کی طرف توجہ دلائی جائے تاکہ ان کے ساتھ انصاف ہو۔ دیکھیں، ہم تو اپنی بھی عزت رکھنا چاہتے ہیں اور باقی سب کی بھی۔ ہم کوئی ایسی بات نہیں کرنا چاہتے جس سے کسی کی بھی دل آزاری ہو لیکن کچھ ہمارا بھی خیال کیا جائے۔ ہم بھی عزت دار ہیں۔ تھوڑی عزت کی جگہ ہمیں دے دیا کریں۔ اگر تھوڑا بولنے کا موقع مل جائے تو بہت سے مسائل حل ہو جاتے ہیں اور جگہ مل جاتی ہے۔

تحریک انصاف اور عمران خان صاحب کے حوالے سے میں یہ ضرور کہنا چاہوں گی کہ جس قسم کا رویہ ان کے ساتھ برتا جا رہا ہے، اس سے ہم انہیں نیلسن مینڈیلا ہی بنا رہے ہیں کیونکہ جتنا دباؤ ہوگا، اتنے زیادہ وہ لوگوں کے دلوں میں جگہ بنائیں گے۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ polls پر polls ہو رہے ہیں، ہر poll کا نتیجہ بہت سے لوگوں کے لیے پریشان کن ہے۔ ہم تو نواز شریف صاحب کو welcome کر رہے ہیں۔ نواز شریف صاحب آئیں، ابھی 16 مہینے ان کے بھائی کی حکومت گزری ہے، اگلی حکومت لے کر آئیں اور پاکستان کے مسائل حل کریں۔ اب تو ان کو امریکہ سے سفیر نے اور UK کے سفیر نے بھی جا کر کھلے عام support کر دیا۔ ہم تو انہیں welcome کرتے ہیں۔ وہ آئیں، بجلی کے مسائل حل کریں۔ اس ملک کے اڑھائی کروڑ سے زیادہ بچے جو اسکولوں سے باہر ہیں، ان کو اسکولوں میں ڈالیں۔ عوام کی مصیبتیں دور کریں، بجلی کی قیمتیں جو شہباز شریف صاحب کی پچھلی حکومت میں بڑھی تھیں، ان کو کم کریں۔ جو اس وقت گوناگوں حالت ہے کہ لوگوں کے پاس نہ گیس ہے، نہ کھانا ہے، ماں باپ نے اپنے بچے اسکولوں سے اٹھا لیے، ان کے پاس اپنے بچوں کے دودھ کے پیسے نہیں ہیں، ان کے پاس دوسرے مسائل حل کرنے کے لیے پیسے نہیں ہیں۔ نواز شریف صاحب آئیں اور اس ملک کے حالات بہتر کریں۔ اس طرح نہیں جس طرح شہباز شریف صاحب نے پچھلے

16 مہینوں میں کیا۔ آ کر ہمیں دکھائیں، ہم welcome کرتے ہیں کہ پاکستان کے مسائل حل کریں۔

آخر میں غالب کا ایک اور شعر آپ کی نذر کر دیتی ہوں:

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: محترمہ سینیٹر سیمی ایزدی۔

Point of Public Importance raised by Senator Seemee Ezdi regarding increasing smog in various cities of Punjab

سینیٹر سیمی ایزدی: جناب چیئرمین! بہت شکریہ۔ میں point of public importance پر بات کرنا چاہوں گی کہ ہر سال کی طرح اس سال بھی لاہور میں پھر سے جو smog آ گئی ہے، اس کے levels بہت dangerous ہیں۔ میں آپ کو بتانا چاہوں گی کہ اگر اس کا 100 level, 50 to ہو تو یہ normal level ہے۔ اس کے بعد 100 to 200, dangerous level میں آ جاتی ہے۔ اس کے بعد 300 to 500, hazardous level میں آتی ہے۔ اسلام آباد میں 200 کے اندر ہے۔ لاہور میں 514 ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ hazardous level سے زیادہ ہو گئی ہے۔ اس وجہ سے اسکولز بند کر دیے گئے، چار دن اسکولز میں چھٹیاں کر دیں۔ ابھی weekend پر دکانیں بھی بند کرنے کا کہا گیا ہے۔ شکر ہے کہ weekends پر اسکولز بھی بند ہوتے ہیں۔ میں کہنا چاہوں گی کہ ہر سال اسی مہینے میں سردیوں میں آ کر یہ مسئلہ پیدا ہوتا ہے۔ بات یہ ہے کہ اس حوالے سے پہلے اقدامات کیوں نہیں کیے جا سکتے، پہلے کیوں نہیں اس پر کارروائی کی جا سکتی۔ جیسا کہ اب اگلا سال شروع ہوگا، ہم سب بھول کر بیٹھ جائیں گے۔ بات یہ ہے کہ آپ جو policies بنا رہے ہیں، وہ sustained ہوں اور جن پر صحیح طریقے سے پورا سال عمل ہو۔ ہمیں یہ بتایا جائے کہ یہ جو pollution ہے، اسے روکنے کے لیے آپ کیا کر رہے ہیں۔

آج ہمارے ملک کی global warming کے لحاظ سے 0.9% contribution ہے۔ According to the Paris Agreement, 1.5 degree سے زیادہ global warming نہیں ہونی چاہیے۔ سال 2030 تک ہم نے اس پر عمل کرنا ہے اور ہم نے یہ کام کرکے دکھانا ہے۔ میں یہ پوچھنا چاہ رہی ہوں کہ ہماری حکومت کیا کر رہی ہے۔ ہم پورا سال ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھے رہتے ہیں اور آخر میں آکر ہمیں اسی situation سے پھر سامنا کرنا پڑتا ہے۔ براہ مہربانی ہمیں اس کے متعلق بتایا جائے کیونکہ ہمارے بچے suffer کر رہے ہیں، ان کو سانس کی تکلیف ہو رہی ہے، ان کی آنکھیں خراب ہو رہی ہیں۔ آج کل ہر گھر میں اگر air purifier نہ رکھا جائے تو گزارا نہیں ہوتا، لوگوں کو نیند نہیں آتی۔ Air purifier جو بازار میں ملتے تھے، ختم ہو گئے ہیں۔ میری گزارش ہے کہ حکومت ہمیں بتائے کہ وہ اس سلسلے میں کیا کر رہی ہے تاکہ ہمارے بچے آئندہ اس طرح suffer نہ کریں اور ہمارے لوگ اور ہمارے تمام شہر اس سے suffer نہ کریں۔ نہ صرف یہ شہر بلکہ اس کے نزدیک باقی پنجاب کے جو شہر ہیں، وہ بھی سب کے سب affected ہیں۔ ہم یہاں سے جاتے ہیں اور salt range تک پہنچتے ہیں تو وہاں تک ماحول بالکل صاف ہوتا ہے۔ جیسے ہی ہم salt range cross کرتے ہیں، fog شروع ہو جاتی ہے۔ خدارا! اس معاملے کی طرف دیکھا جائے اور اس کے متعلق بتایا جائے کہ کیا ہو رہا ہے۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے۔ آپ اس معاملے پر اپنی کمیٹی میں discussion کریں اور پھر ہاؤس کو brief کریں۔ محترم وفاقی وزیر داخلہ صاحب۔

Response by Senator Sarfraz Ahmed Bugti, Caretaker Federal Minister for Interior on the points raised by members regarding the sit-in staged at Chaman Border

سینیٹر سرفراز احمد بگٹی (نگران وفاقی وزیر برائے داخلہ): شکریہ، جناب چیئرمین! میں چمن والے معاملے پر وضاحت کرنے سے پہلے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ معزز سینیٹر حاجی ہدایت اللہ خان صاحب نے فرمایا کہ نگران حکومت کی شاید کوئی خواہش ہے، جناب والا! ہماری نہ کوئی wish list ہے، نہ ہماری کوئی خواہش ہے، ملک میں الیکشن کروانا Election Commission کا کام ہے، وہ conduct کروائے اور جلد از جلد ملک میں elections ہوں تاکہ Parliament complete ہو۔

جناب والا! چمن سے جو نمائندگان آئے ہوئے ہیں جو چمن دھرنے کے committee members ہیں، معزز سینیٹر سردار شفیق ترین صاحب اور سینیٹر نواب عمر کاسی صاحب، سینیٹر دنیش کمار صاحب بھی موجود تھے، ان کے ساتھ بہت detailed and thoroughly اس issue کو discuss کیا ہے۔ آپ نے بھی مجھے حکم دیا تھا، میں آپ کے Chamber میں بھی حاضر ہوں گا، وہاں بھی discuss کریں۔ ہم چاہتے ہیں کہ مسئلہ بات چیت سے حل ہو لیکن اس سے پہلے چند چیزیں ہیں جو آپ کے گوش گزار کرنی ہیں کہ 1947 میں جب creation of Pakistan ہوئی ہے، اس میں divide صرف اس region میں یا اس ethnic group میں divide نہیں آیا، پنجابی بھی divide ہوئے ہیں، بلوچ بھی divide ہوئے ہیں، سندھی بھی divide ہوئے ہیں، کشمیری بھی divide ہوئے ہیں اور اس division میں جب ایک نئی state بنی ہے تو ہمیں چاہیے تھا کہ ہم اُس وقت یہ سوچتے اور ان چیزوں کو اُس وقت سے address کرنے کی کوشش کرتے۔ لوگ initially اسی طرح آرہے تھے جس طرح کامران مرتضٰی صاحب نے کہا، Europe کی examples دینا اور پاکستان کے ساتھ اس کا comparison کرنا، میرے خیال میں یہ مناسب نہیں ہے۔ جب ہم Europe میں enter ہوتے ہیں، وہاں ان کا جو border control or border security ہے کیا وہ ہمارے ساتھ ایسی ہی treatment کرتے ہیں؟ دنیا کے کسی کونے میں ایسا نہیں ہوتا کہ روزانہ تیس سے چالیس ہزار لوگ بغیر کسی travel document کے ایک جگہ سے دوسری جگہ جائیں یا ان پر کوئی check نہ ہو۔ ہماری یہ خواہش تھی کہ ہم اسے one document regime کریں، initially لوگ ایسے ہی آتے جاتے تھے، اس کے بعد 'Tazkira' start ہوا، پھر اس کے بعد 'e-Tazkira' start ہوا۔ اب جو لوگ افغانستان سے اِدھر آرہے ہیں، یہ تو ہماری خواہش اور حق ہے کہ وہ passport کے ساتھ visa apply کریں، ہماری جو policy ہے کہ وہ visa لے کر آئیں۔ ہمارے جو دوست افغانستان جانا چاہتے ہیں، وہاں وہ کاروبار کرنا چاہتے ہیں، ان کے businesses or trade ہے، ہم اسے discourage نہیں کر رہے، ہم اسے encourage کریں گے کہ وہ اپنا business کریں۔ ہم ان کے ساتھ بیٹھیں گے لیکن state کی، کسی بھی state کی جو بنیادی craft ہے، اس میں بنیادی چیز ہوتی ہے آپ کا travel

آپ کا document, passport. اگر آپ کہیں جانا چاہتے ہیں تو آپ پاسپورٹ کے علاوہ نہیں جا سکتے۔ ہم ان شاء اللہ ان کے ساتھ بیٹھیں گے اور ہماری کوشش ضرور ہو گی کہ ہم اس border کو regularize کریں، جس طرح طورخم کا border ہے، جس طرح سندھ کے borders ہیں، جس طرح واہگہ کا border ہے۔ ہمارے جتنے بھی borders ہیں ہمیں انہیں equally treat کرنا پڑے گا، اگر ہم اپنے ملک کو hardened state بنانا چاہتے ہیں۔

جناب والا! دنیا کے کسی ملک میں ایسا نہیں ہوتا کہ کوئی شخص آپ کی سرحد سے اندر آئے اور بغیر کسی travel document کے آپ کے urban sectors تک چلا جائے، آپ کی state میں جہاں بھی جو بھی کاروبار کرلے، اس کی جو مرضی ہو وہ کام شروع کر دے اور جہاں اس کا جی چاہے وہ وہاں رہنا شروع کر دے۔ ہمارے ملک میں مسائل کی بہت بڑی جڑ یہ ہے کہ ہم ایک soft state ہیں، اس کو harden بنانے کے لیے state کی ایک policy ہے اور اب اس پر عمل درآمد کرنے کی کوشش کریں گے۔ ہاں! ان دوستوں کے ساتھ ضرور بیٹھیں گے اور ایک ایسا mechanism بنائیں گے کہ جس سے state of Pakistan کا کم سے کم نقصان ہو اور شہریوں کا اس میں فائدہ ہو۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ معزز سینیٹر رخسانہ زبیری صاحبہ۔

سینیٹر انجینیئر رخسانہ زبیری: شکریہ، جناب چیئرمین! گزارش ہے کہ اس ایوان کا quorum خواتین پورا کرتی ہیں، اس وقت بھی اگر آپ numbers کے حساب سے یا percentage کے حساب سے دیکھیں تو یہ خواتین پورا کرتی ہیں لیکن سب سے کم وقت انہیں ملتا ہے۔ جب آپ وقت دینا شروع کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ایک ایک منٹ، یہ خاتون کھڑی ہو جائے، وہ خاتون کھڑی ہو جائے،

Mr. Chairman, I express displeasure on this attitude کرتی ہوں، میں protest نہیں کر رہی ہوں۔ اس لیے kindly accept it.

جناب والا! میں یہ جاننا چاہتی ہوں کہ Senate Secretariat کی working کس طرح کی ہے؟ میں نے 12th September کو ایک national issue پر call

five million کروایا کہ remind جمع کروایا تھا۔ یہاں میں نے attention notice
کے قریب overseas Pakistanis ہیں۔

جناب چیئرمین: وہ کل کے لیے لگا ہوا ہے۔

سینیٹر انجینیئر رخسانہ زبیری: جناب والا! five million Pakistanis are faced with the threat of losing their jobs, انہیں صرف certification and licencing کی ضرورت ہے اور ہم انہیں وہاں رہتے ہوئے یہ provide کر سکتے ہیں، اس کے لیے کوئی پیسے وغیرہ نہیں چاہییں۔ آپ نے پہلے ہمیں support کرنے کی بات کی پھر
somehow you have changed your mind, does not matter, we still need your support and something has to be done with them immediately. Thank you.

جناب چیئرمین: معزز سینیٹر خالدہ سکندر میندھرو صاحبہ۔

<u>Point of Public Importance raised by Senator Khalida Sikandar Mandhro regarding closure of Indus Hospital in Badin, Sindh</u>

سینیٹر خالدہ سکندر میندھرو: شکریہ، جناب چیئرمین! بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ اَمَّا بَعۡدُ۔ جناب والا! آج مجھے اس platform پر زندگی کی بات کرنی ہے، وہ زندگی جسے موت کا خطرہ لاحق ہے۔ آپ لوگ سوچ رہے ہوں گے کہ کیا بات ہے؟ میں ابھی آپ کو سب explain کرتی ہوں کہ کس طرح موت کا خطرہ ہے۔ مجھے یہ شعر یاد آ رہا ہے کہ؛

کہاں کہتے ہیں کہ ستارے ہتھیلی پر لا کر دیں ہمیں
ہم تو بس یہی کہتے ہیں کہ جیو اور جینے دو

جناب والا! سندھ میں بدین کا ضلع ہے اور میں بدین سے belong کرتی ہوں۔ بدین سندھ کے بالکل end پر ہے، اس میں پانی کی مشکلات ہیں، اگر بارشیں زیادہ ہوں تو وہ ڈوب جاتا ہے، drought ہوتا ہے تو وہ سوکھ جاتا ہے۔ یہاں بہت زیادہ poverty ہے۔ وہاں کچھ عرصہ پہلے Indus Hospital بنایا گیا، جیسے کراچی اور لاہور میں بھی Indus Hospital ہے،

ڈاکٹر باری صاحب اس کے چیئرمین ہیں، ہم نے ان سے گزارش کی تھی کہ ڈاکٹر باری صاحب ہمارے ہاں بہت زیادہ poverty ہے، آپ بدین ضلع میں بھی یہ ہسپتال بنائیں، الحمدللہ ہسپتال بن گیا۔ ہم لوگ پیپلز پارٹی کے چیئرمین اور وزیر علیٰ سمیت سب کے شکر گزار ہیں کہ ان لوگوں نے مدد کی۔

جناب والا! میں جو بتانا چاہتی ہوں وہ سن کر سب کو دکھ ہوگا کہ وہ ہسپتال کس طرح چلے گا؟ اس ہسپتال میں روزانہ دو ہزار کے قریب مریض آتے ہیں اور ہر مہینے ساٹھ ہزار مریض آتے ہیں، اس کے ساتھ کے اضلاع مٹھی، تھر، سجاول اور even Tando Muhammad Khan سے بھی اس ہسپتال میں مریض آتے ہیں۔ یہ ہسپتال بہت اچھا چل رہا تھا اور ہم لوگ بہت خوش تھے لیکن وہ کہتے ہیں کہ؛

ابھی سے میرے رفوگر کے ہاتھ تھکنے لگے
ابھی تو چاک مِرے زخم کے سِلے بھی نہیں

ہم اب یہ سن رہے ہیں کہ اس ہسپتال کو بند کیا جا رہا ہے، اس لیے کہ ان کے پاس budget نہیں ہے۔ آپ دیکھیں کہ اس مہنگائی کے زمانے میں لوگ ایک مرتبہ کھانا کھاتے ہیں تو دوسرے وقت کا کھانا ان کے پاس نہیں ہوتا، وہ کہاں جائیں گے، حیدرآباد جائیں گے، پٹرول اور ڈیزل اتنا مہنگا ہے، ان کے پاس تو گاڑیاں نہیں ہوتیں، بسوں کے کرائے کتنے زیادہ ہیں۔ وہ حیدرآباد جائیں گے، کراچی جائیں گے یا وہیں مر جائیں گے۔ اس لیے میں نے سوچا کہ میں اسی platform پر کچھ کہوں۔ ابھی میں آ رہی تھی تو میں نے ایک خبر پڑھی کہ اس ہسپتال کو بند کیا جا رہا ہے کیونکہ ان کے پاس budget نہیں ہے حالانکہ budget منظور ہو چکا ہے لیکن وہ ابھی تک ان کے پاس نہیں پہنچا ہے۔ یہ سندھ کا مسئلہ ہے، I know یہ سندھ کا مسئلہ ہے لیکن ہم لوگ کہاں جائیں، وہ لوگ تو ہمارے ہی ہیں، پاکستان کے شہری ہیں، وہ غریب لوگ ہیں، وہ کیا کریں گے، کدھر جائیں گے، کس طرح اپنا علاج کروائیں گے؟ اس لیے میری درخواست ہے کہ ہم سب لوگ کوشش کریں، میں ابھی جا کر بھی کوشش کروں گی۔ میں آپ کو یہ بتا رہی تھی کہ میں نے ابھی خبر پڑھی کہ اس ہسپتال کے ساتھ two containers بھی ہیں، one in Matli and other in Khorwah. وہ container میں ہسپتال چلا رہے تھے، وہ بہت اچھا چل رہے تھے لیکن ابھی پتا چلا کہ

وہcontainer hospital بند کر دیا گیا ہے۔ایک شخص نے بتایا کہ ہم وہاں گئے تو اس پر تالا لگا ہوا تھا۔

جناب چیئرمین: ہم اس پر ابھی Chief Secretary Sindh سے report لیتے ہیں اور ایوان کو بتاتے ہیں۔ جی pleaseاس پرreport لے لیں۔

Senator Khalida Sikandar Mandhro: Thank you. God bless you all.

یہ غریب مریض ہیں، میں تو سوچ بھی نہیں سکتی کہ یہ لوگ کیا کریں گے؟ hope ا کہ آپ اس کے لیے کچھ کریں گے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: جی ٹھیک ہے۔ اس پر چیف سیکرٹری، سندھ سے رپورٹ لے لیں۔ جی سینیٹر وقار مہدی۔

Point of Public Importance raised by Senator Waqar Mehdi regarding massive hike in drugs/medicine prices in Karachi and lack of regulation by Drug Regulatory Authority of Pakistan

سینیٹر وقار مہدی: شکریہ، جناب چیئرمین! میں ایک Point of Public Importance پر بات کرنا چاہتا ہوں۔ آج ایک رپورٹ اخبار میں شائع ہوئی ہے۔ یہ جو DRAP ہے جسے Drug Regulatory Authority of Pakistan کہا جاتا ہے، یہ دوائیوں کی قیمتیں مقرر کرتی ہے۔ کراچی شہر کے حوالے سے یہ رپورٹ آئی ہے کہ وہاں maximum retail price سے پانچ گنا زیادہ قیمتوں پر دوائیں فروخت کی جا رہی ہیں۔اس پر DRAP کا کوئی ایکشن نہیں ہے۔ جو800 injection روپے کا تھا، اسے 3500روپے پر فروخت کیا جا رہا ہے۔ جو400 medicine روپے کی آتی تھی، وہ بھی 2000 سے زیادہ کی ہے۔ ابھی وزیر صحت ایوان میں تشریف فرما نہیں ہیں لیکن وزیر پارلیمانی امور تشریف رکھتے ہیں۔ میں ان سے یہ گزارش کروں گا کہ اس پر کوئی ایکشن لیں۔ اس کے علاوہ وہاں پر black marketing بھی ہو رہی ہے۔ لوگ بہت پریشان ہیں۔ دوائیں انہیں بہت costly مل رہی ہیں۔اس پر رپورٹ لیں یا اسے کمیٹی میں بھیج دیں، شکریہ۔

جناب چیئرمین: اس پر پہلے رپورٹ لے لیتے ہیں۔ سیکرٹری نیشنل ہیلتھ سروسز سے رپورٹ لے لیں۔ جی سینیٹر عرفان الحق صدیقی۔ موجود نہیں ہیں۔ جی سینیٹر سید یوسف رضا گیلانی۔ ان کا mike on ہے لیکن وہ موجود نہیں ہیں۔ جی سینیٹر مشتاق احمد۔ ویسے یہ آپ کا پانچواں Point of Public Importance ہے۔

سینیٹر مشتاق احمد: بس یہ آخری Point of Public Importance ہے۔

جناب چیئرمین: Points of Public Importance زیادہ ہو گئے ہیں۔ آپ لوگوں سے گزارش ہے کہ کسی اور tool کے تحت بھی مسائل discussion کے لیے لائیں۔

<u>Point of Public Importance raised by Senator Mushtaq Ahmed regarding imposition of new taxes in Malakand Division and erstwhile FATA and their revocation for the Period 2023-2033 in light of a unanimous Resolution of the Senate</u>

سینیٹر مشتاق احمد: جناب چیئرمین! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ چمن، بلوچستان سے جو وفد آیا ہے، میں انہیں support کرتا ہوں۔ بلوچستان اور خیبر پختونخوا کے سینیٹر صاحبان نے جس طرح انہیں support کیا، میں بھی انہیں support کرتا ہوں۔ میں آپ سے، وزیر اعظم پاکستان اور وفاقی وزیر داخلہ سے یہ اپیل کرتا ہوں اور توقع رکھتا ہوں کہ وہ بڑے غریب لوگ ہیں۔ ان کے پاس روزگار کے لئے دوسرا کوئی option نہیں ہے۔ ان کے لئے ضرور کوئی راستہ نکالیں اور ان کا یہ مسئلہ حل ہونا چاہیے۔ دوسرا issue مالاکنڈ ڈویژن کے متعلق ہے۔ آپ کی صدارت میں ہم نے بلوچستان، مالاکنڈ اور erstwhile FATA کے لئے ایک resolution پاس کی تھی۔ اس resolution میں ہم نے کہا تھا کہ 25ویں آئینی ترمیم کے بعد 2023 سے 2033 تک وہاں کوئی ٹیکس کا نظام نافذ نہیں ہوگا۔ یہ ایوان کا unanimous resolution ہے اور یہ House of the Federation ہے۔ مالاکنڈ اور فاٹا میں جنگ ہے۔ وہاں دو مرتبہ زلزلہ، دو مرتبہ سیلاب اور دو مرتبہ military operations ہوئے ہیں۔ وہاں کوئی industry نہیں ہے اور سب سے زیادہ غربت ہے لہٰذا erstwhile FATA and Malankand میں کوئی بھی ٹیکس نافذ کرنے کو وہاں کی عوام بالکل تسلیم نہیں کرے گی اور یہ مسئلہ خانہ جنگی کی

طرف جائے گا۔ میری آپ سے یہ گزارش ہے کہ میری پیش کردہ قرارداد جسے ایوان نے متفقہ طور پر پاس کیا تھا، اس کے مطابق عمل کیا جائے اور 2023 سے 2033 تک کوئی بھی ٹیکس نافذ نہیں کیا جائے۔ گاڑیوں کی پکڑ دھکڑ اور registration شروع ہو چکی ہے۔ لوگوں کو دھمکیاں دی جا رہی ہیں اور انہیں ڈرایا جا رہا ہے۔ مالاکنڈ اور فاٹا کے لوگ نہیں ڈریں گے۔ وہ ہر قسم کی مزاحمت کے لئے تیار ہیں کیونکہ ان کے پاس کچھ بھی دینے کے لئے نہیں ہے۔ میری آپ سے یہ گزارش ہے کہ اس قرارداد کے مطابق فاٹا اور مالاکنڈ میں جو ٹیکس کا نفاذ کرنا چاہتے ہیں، اسے روکیں۔ دوسری یہ بات کہ اسے کمیٹی میں بھیجیں تاکہ وہاں ہم فاٹا اور مالاکنڈ کے لوگ اور FBR کو بھی بلوائیں، شکریہ۔

جناب چیئرمین: یہ میں پہلے ہی کمیٹی کو بھیج چکا ہوں کیونکہ یہ مسئلہ already Senator Hidayatullah نے بھی اٹھایا تھا۔ جی وفاقی وزیر پارلیمانی امور۔

<u>Clarification made by Mr. Murtaza Solangi, Caretaker Federal Minister for Parliamentary Affairs regarding intactness of status of Leader of the House, Leader of the Opposition and Chief Whip in the Senate in wake of dissolution of the National Assembly</u>

جناب مرتضٰی سولنگی: شکریہ، جناب چیئرمین! ایک ضروری وضاحت تھی۔ 30 اکتوبر 2023 پیر کے دن میرے دوست محترم سینیٹر شہادت اعوان نے منتخب حکومت ختم ہونے کے بعد سینیٹ میں موجودہ قائد ایوان، قائد حزب اختلاف اور سینیٹر سلیم مانڈوی والا کی بطور چیف وہپ اور وزیر مملکت کے status کے حوالے سے نشان دہی کی تھی۔ ایوان کی معلومات کے لئے عرض یہ ہے کہ وزیراعظم صاحب نے یہ توثیق کی ہے کہ پارلیمانی روایات کے مطابق پہلے سے موجود قائد ایوان سینیٹ سینیٹر اسحاق ڈار اپنی ذمہ داریاں سرانجام دیتے رہیں گے اور یہ بھی کہ سینیٹر سلیم مانڈوی والا کی بطور چیف وہپ اور ان کا status as a Minister of State کا notification بھی جاری کر دیا گیا ہے۔

Mr. Chairman: The House stands adjourned to meet again on the 21st November, 2023, at 10:30 a.m.

[The House was then adjourned to meet again on Tuesday the 21st November, 2023, at 10:30 a.m.]

81